DATA ENTERED

بصائر

تاریخِ اسلام سے مُنتخب سچّی کہانیاں

پانچواں حصّہ

مؤلفہ

محمود احمد خان پی سی ایس (ریٹائرڈ) سابق آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی

حکومت پنجاب

مقامِ اشاعت

۲۔ رسالہ بازار پرانی انارکلی لاہور

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

23164

طبع اوّل ——— ۱۹۸۱
تعداد اشاعت ——— ایک ہزار
مطبع ——— استقلال پریس لاہور
قیمت ——— ۵ روپے

ملنے کا پتہ :

محمود احمد خان، ۲۔ رسالہ بازار۔ پرانی انارکلی۔ لاہور
اس کے علاوہ
اپنے ہاں کے کتب فروش سے طلب فرمائیں!

پیشگی رقم ارسال کرنے والے حضرات کو محصول ڈاک معاف

Marfat.com

انتساب

نونہالان پاکستان کے نام

جن سے

میری تمنا ہے کہ وہ ان مختصر، سچی کہانیوں
کی روشنی میں اپنے ماضی کی طرف ایک نظر
دیکھیں اور اپنے حال کے پیش نظر مستقبل
کے لیے ایک صاف اور واضح راستہ متعین کریں۔

تاکہ

حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی امانت پاکستان
میں وہ معاشرہ وجود میں آئے

جو

اس کا تقاضا تھا اور ہے

Marfat.com

پیش لفظ

میری مساعی کا یہ آخری اور پانچواں حصّہ آپ کے ہاتھ میں ہے نجانے میں اپنے انتساب کی روشنی میں کامیاب رہا ہوں یا نہیں، یہ فیصلہ کر قارئین کا کام ہے۔

ایک عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں کوئی ادیب نہیں ہُوں محض اپنے شوقِ مطالعہ کے دوران اپنے ماضی کے ورثہ سے آشنا ہوا او اس لہلہاتے چمن سے کچھ کلیاں چُن کر ان کو ایک گلدستے کی صورت میں اکٹھا کر دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے معزّز ادیبوں میں سے کوئی حضرات مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر مزید کام کریں یا کوئی ادبی ادارہ اپنے ذمہ یہ کام لے تو قو کے بچوں کے لیے بہت مفید ہوگا۔ میرا تجربہ ہے وہ اس بارے میں بڑی تشنگ محسوس کر رہے ہیں اور اس ضرورت کو پورا نہ کر کے ہم اپنے فرض سے کوتاہی کر گے تو ان کے مجرم ہوں گے۔

ہم انجمن میں سب کی طرف دیکھتے رہے
اپنی طرح کا کوئی اکیلا نہیں مِلا

۲ ستمبر ۱۹۷۶ء
بمطابق
۶ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

محمود احمد خان

ابراہیم بن ادھم اور کنیز

حضرت ابراہیم بن ادھم بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک دن شکار کو گئے ہوئے تھے۔ ان کی خواب گاہ میں ایک کنیز داخل ہوئی۔ کمرے کا ماحول نہایت مسحور کُن اور معطر تھا۔ نرم نرم بچھونا دیکھ کر کنیز سُلطان کے بستر پر لیٹ گئی اور لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی۔

سلطان شکار سے واپس آیا تو اس کی شکایت کی گئی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو پچاس کوڑے لگائے جائیں۔ جب کوڑے لگ چکے تو سلطان کنیز سے مخاطب ہوئے :

شاہ : اب شاید تم اپنے کیے پر نادم ہو گی، بدتمیز لڑکی!

کنیز : ہاں، عالیجاہ! مجھے اپنے سے زیادہ آپ کے لیے تشویش ہے۔

شاہ : وہ کیوں ؟

کنیز : اس لیے کہ اگر اس بستر پر ایک ساعت سونے

Marfat.com

کی سزا پچاس کوڑے ہوسکتی ہے تو اتنے سال سونے کی سزا آپ کو کتنی ملے گی ؟

بادشاہ سنّاٹے میں آگیا' وہ اس حقیقت کی تلخ نوائی پہ لڑکھڑا گیا۔ اسے یوں محسُوس ہوا کہ اس کے اردگرد کا ماحول چکّر کھا رہا ہے۔ اس نے حکم دیا کنیز کو لے جاؤ اور اس سے اچھا سلوک کرو۔

○

اِبراہیم ادھم

(شہر بلخ دارالخلافہ اور سلطان ابرہیم بن ادہم کا دربار)

پہلا سین :

شاہ : درباریو! آج جشنِ نوروز ہے۔ خوب دُھوم دھام سے منایا جائے۔ کیا تمام تیاریاں مکمّل ہوچکی ہیں؟

پہلا درباری : جہاں پناہ! آپ کے خدّام نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

دوسرا درباری : ہر دروازے پہ شادیانے بجیں گے اور ہر گھر کی چوٹی پر آپ کے اقبال کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

تیسرا درباری : ہر دروازے پر پھُولوں کے ہار ہیں۔ گلیوں میں میلوں کا سا سماں ہے۔

Marfat.com

سلطان : خوب خوب خوشیاں مناؤ۔

(ایک مسافر داخل ہوتا ہے)

مسافر : اس سرائے کا مالک کون ہے۔ میں یہاں ایک رات بسر کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا درباری : اوہ، کیا بکواس اور واہیات بات ہے۔ دربان نے اس کم بخت راہگیر کو کیوں اندر آنے دیا۔

دوسرا درباری : دوست! یہ مسافر نہیں، یہ تو پاگل معلوم ہوتا ہے ورنہ کون ہوش مند ہے جو اس دربار کو سرائے کہے۔

مسافر : اوہو بابا! اس سرائے کا مالک کون ہے؟

تیسرا درباری : اس شخص کو پاگل خانے بھیج دینا چاہیے۔

سلطان : دوستو! آج جشنِ نوروز ہے۔ اس شخص کو پاگل خانے نہ بھیجو۔ آؤ اس سے خوش گپیاں کرتے ہیں۔

پہلا درباری : عالیجاہ نے نہایت مناسب فرمایا۔

دوسرا درباری : اس سے بہتر فیصلہ کوئی ہو نہیں سکتا۔

تیسرا درباری : ہم سب کو اس پر اتفاق ہے۔

سلطان : (مسافر سے) بھائی، تمھاری عینک تو کہیں گم نہیں ہوگئی۔ نئی خرید دیں۔

مسافر : مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سلطان کی عینک گم ہوگئی ہے۔

پہلا درباری : اس شخص کی گستاخی ناقابلِ معافی ہے۔

دوسرا درباری : اس کے بدتمیز ہونٹوں کو سی دینا چاہیے۔

تیسرا درباری : اس شخص کو تختۂ دار پر لٹکا دینا چاہیے۔

سلطان : نہیں دوستو، نہیں۔ اس شخص کو کچھ نہ کہو۔ مت بھولو کہ آج خوشی کا دن ہے۔ آج شاہ و گدا ایک ہیں۔ ہم اس کو پوری آزادی بخشتے ہیں۔

پہلا درباری : ٹھیک، بالکل ٹھیک عالیجاہ۔

دوسرا درباری : اس میں کیا شک ہے۔

تیسرا درباری : مسافر کو بات کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔

سلطان : بھائی تم کہتے ہو تمھاری عینک گم نہیں ہوئی۔ بھلا یہ تو بتاؤ، یہ محل سرائے کیسے ہوگیا۔

مسافر : ایک بار نہیں ہزار بار یہی کہوں گا۔ یہ محل نہیں سرائے ہے کیا سلطان میرے سوالوں کا جواب دے گا۔

سلطان : ضرور، مسافر! ہم تمھارے سب سوالوں کا جواب دیں گے۔

مسافر : آپ سے پہلے اس جگہ کون رہتا تھا؟

سلطان : میرا باپ۔

مسافر : ان سے پہلے۔

سلطان : میرا دادا۔

Marfat.com

مسافر : ان سے پہلے ؟

سلطان : میرا پردادا۔ اس سے پہلے اس کا باپ ' پھر اُس کا باپ۔
غرض یہ محل کبھی سرائے نہیں ہُوا۔

مسافر : یہ سب لوگ کہاں ہیں ؟

سلطان : وہ چلے گئے۔

مسافر : اور آپ ؟

سلطان : میں بھی آخر چلا جاؤں گا۔

مسافر : ایک شخص آتا ہے اور کچھ وقت قیام کرتا ہے اور چل دیتا ہے۔ پھر ایک اور آتا ہے وہ بھی تھوڑا سا سستا کر چلا جاتا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور جاری رہے گا اور آپ پھر بھی اس کو سرائے نہیں کہتے۔ اور سرائے کیا ہوتی ہے ؟

سُلطان : (وقفہ کے بعد سر جھکائے ہوئے) مسافر۔ اے مسافر۔ تو کہاں ہے ؟

پہلا درباری : عالیجاہ ! وہ چلا گیا۔

سلطان : اس کو واپس لاؤ !

دربان : حضور کے حکم کی تعمیل کرتا ہُوں۔

تیسرا درباری : سلطان شربت حاضر ہے۔ غلام دست بستہ حاضر ہیں۔
حکم ہو تو پیش کیا جائے۔

Marfat.com

سُلطان : ٹھہرو۔

پہلا درباری : حضور! مغنّی حاضر ہے، حکم ہو تو گانا شروع کردے۔

سلطان : ٹھہرو۔ اگر وہ انتظار نہیں کر سکتے تو چلے جائیں۔

دربان : عالیجاہ، وہ مسافر نہیں ملا۔ دُور دُور تک اس کی تلاش کی گئی۔

سلطان : نہیں ملا۔ بہت اچھا (کچھ وقفہ کے بعد) دوستو! شہر کی بتّیاں گُل کردو۔ میری آنکھیں دُکھتی ہیں۔ یہ پھُول، یہ گُلدستے توڑ دو۔ ان سے سخت بدبُو آ رہی ہے۔ بند کرو یہ نغمہ۔ یہ میرے کان کھاتا ہے۔ جشن نوروز بند کرو۔ ابھی۔ اسی وقت۔

(دوسرا سین)

(خدام۔ محل۔ وقت آدھی رات۔ سلطان ایک کمرہ میں عبادت میں مصروف ہے)

سلطان : خدائے رحمٰن! میرے گناہ بخش دے۔ مجھ پر رحم کر۔ میرا غرور ٹوٹ چکا۔ اب مجھے ہدایت دکھا۔

(چھت کے اُوپر سے آواز آتی ہے)

سلطان : یہ کون ہے جو اس وقت مخل ہو رہا ہے۔

آواز : دوست! میرا اونٹ گُم ہو گیا ہے۔ میں اس کی تلاش کر رہا ہوں۔

سلطان : کتنے بے وقوف ہو تم۔ محل کی چھت پر اُونٹ تلاش

کر رہے ہو۔

آواز : بے وقوف تم ہو۔ اگر تم محل کے پُر لطف ماحول میں رہ کر خدا کی تلاش کر رہے ہو تو میں اپنا اونٹ اس چھت پر کیوں نہ پا سکوں گا۔

سلطان : آہ

(تیسرا سین)

سلطان : (چپیڑوں میں ملبوس) دوستو! خدا حافظ۔

درباری : (رو کر) سلطان ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔

سلطان : مجھے سلطان مت کہو دوستو۔ مسافر کہو۔ میں کچھ وقت کے لیے اس سرائے میں آیا تھا مگر بھول گیا تھا کہ واپس بھی جانا ہے۔ آج میں اس لیے جا رہا ہوں کہ رخت سفر کی تیاری کروں۔

سلطان ابراہیم ادھمؒ تارک الدنیا ہوگیا۔ کچھ وقت تنہا مراقبہ اور ورد و وظائف میں کاٹا۔ پھر بغداد گیا۔ حضرت خواجہ فاضل کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہوگیا۔ حضرت خواجہ نے حکم دیا کہ وہ ان کے لنگر میں پیاز چھیلا کریں۔ وہ تین سال اسی کام میں لگے رہے۔ یہ عرصہ گزرا تو سلطان خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر حکم ہوا لنگر کے لیے پانی لاؤ۔ تین سال یہ کام کرتے رہے۔ یہ عرصہ جب ختم ہوا تو مشکیزہ پھٹ چکی تھی۔

اس دوران میں ایک شخص نے کسی بات پر سلطان کے مُنہ پر تھپڑ دے مارا۔ سلطان برہم ہوئے اور بولے : اگر میں بلخ میں ہوتا تو تمھیں مزہ چکھاتا۔

حضرت خواجہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا تم نے اپنا غصّہ اور تکبّر نہیں چھوڑا۔ جاؤ اب لنگر کے لیے لکڑیاں لایا کرو۔ تین سال یہ کام کرتے رہے۔ یہ کام کرتے کرتے وقت پورا ہوا اور رسّی بھی ٹوٹ چکی تھی جس میں لکڑیاں باندھ کر لایا کرتے تھے۔ باورچی نے اسے ایک تھپڑ رسید کیا۔ سلطان بولے : مجھے اپنی غفلت پر ندامت ہے۔ مجھے افسوس ہے تمھارے ہاتھ پر چوٹ آئی ہوگی۔

حضرت خواجہ نے بلایا اور اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرلیا۔

سلطان نے ایک خواب دیکھا۔ ایک فرشتہ نے ایک کتاب اٹھا رکھی ہے۔ سلطان نے پوچھا یہ کتاب کیسی ہے۔ فرشتہ نے کہا اس میں خدا کے پیاروں کے نام لکھ رہا ہوں۔ سلطان نے کہا اس کتاب میں خواجہ سلیمانؒ، خواجہ منصورؒ، خواجہ فاضلؒ اور رابعہ بصریؒ کا نام بھی لکھ لو۔ میرا نام آخر میں لکھ لو کہ یہ شخص خدا کے بندوں کو پیار کرتا ہے۔

اگلی رات پھر خواب میں وہی فرشتہ دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں وہی فہرست تھی۔ سلطان ابراہیم ادھم کا نام سرفہرست تھا۔

سلطان فرماتے ہیں : اے خدائے عظیم تو جانتا ہے

Marfat.com

میرے نزدیک آٹھ بہشت مچھر کے پر کے برابر نہیں۔ تو نے مجھے اپنی محبت کا اعزاز بخشا۔ اپنا عرفان دیا۔ ماسوا سے یکسر آزاد کر دیا۔ اب میں تیری شان کے تصور میں گم ہوں۔

نادرشاہ

نادر شاہ فاتح ایران نے روسی جرنیل کو الٹی میٹم بھیجا کہ گیلان میرے حوالے کر دو۔ ورنہ میرے ادنیٰ درجے کے لوگ تم کو یہاں سے نکال دیں گے۔

ماسکو سے ایک سفیر معاہدہ کرنے کی غرض سے آیا۔ نادرشاہ اس وقت مشہد کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ اس کے شرف یاریابی کی خاطر روسی سفیر کو انتظار کرنا پڑا۔ کچھ دنوں بعد نادرشاہ نے ایران فتح کر لیا اور پھر فوراً سفیر کو بلا بھیجا۔

جب سفیر نادرشاہ کے خیمے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ زمین پر بیٹھا سوکھی روٹی کھا رہا ہے اور اس کے ہاتھ اور لباس خون آلودہ ہیں۔ نادرشاہ نے سر اٹھایا اور قاصد کو کہا:

"میں چاہتا ہوں تم دیکھ لو کہ میں خون آلودہ ہاتھوں سے سوکھی روٹی کھا سکتا ہوں۔ اپنے آقاؤں کو جا کر کہہ دو کہ ایسا آدمی گیلان کبھی نہ چھوڑے گا۔"

Marfat.com

شاہ عبّاس کا انصاف

اصفہان میں دو امیر شخص رہتے تھے۔ ان کے نام محمد رضا اور مرزا اسماعیل تھے۔ ان کا آپس میں لین دین پر کچھ جھگڑا ہوگیا۔ محمد رضا کے نام قرضہ نکلا مگر وہ ادا کرنے پر راضی نہ تھا۔

شاہ عباس کا زمانہ تھا حکم یہ ہوا کہ دونوں فریق اپنا اپنا دعوٰی معہ شہادت لکھ کر لفافے میں بند کر کے سربمہر بھیج دیں۔ شاہ عباس شکار سے واپس آکر فیصلہ کریں گے۔ مرزا اسماعیل نے اپنا سربمہر لفافہ محمد رضا کے ہاتھ ہی ایک تھیلہ میں ڈال کر بھیج دیا۔

شکار سے واپسی پر شاہ عباس نے یہ لفافے اپنے وزیر باتدبیر فاضل بیگ کو دیے اور اس کو حکم دیا کہ جلد فیصلہ کرے۔

فاضل بیگ نے دونوں لفافے فریقین اور گواہان کو دکھائے سب نے تصدیق کی کہ یہ ان کے لفافے ہیں اور ٹھیک حالت میں ہیں۔ فاضل بیگ نے لفافے کھولے۔ ان کو پڑھا اور ان پر غور کیا۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسماعیل قرضدار ہے۔

فاضل بیگ نے مرزا اسماعیل کو طلب کیا اور کہا ہم تم کو ایک نہایت دیانت دار شخص سمجھتے تھے مگر افسوس کہ یہ ہمارا مغالطہ تھا۔ تم نے یہ کیسے جرأت کی کہ اتنا قرضہ غلط طور پر محمّد رضا کے

Marfat.com

نام نکال دیا۔

مرزا اسماعیل یہ بات سُن کر حیران و ششدر رہ گیا۔ اس نے مہلت چاہی اور التجا کی کہ اس مقدمہ کے فیصلہ سُنانے سے قبل اسے شاہ عباس کے حضور میں درخواست کرنے کی اجازت بخشی جائے۔

جب مرزا اسماعیل کی درخواست شاہ عباس کے پاس پہنچی تو وہ مخمصہ میں پڑ گیا۔ اس کے نزدیک مرزا فاضل بیگ اور مرزا اسماعیل دونوں دیانت دار شخص تھے۔ آخر بڑے غور کے بعد اس نے ایک ترکیب نکالی۔

شاہ عباس کے پاس ایک نہایت قیمتی غالیچہ تھا۔ اس نے چپکے سے غالیچہ کے ایک کونے کو جلا کر سُوراخ کر دیا اور کسی کو یہ بات نہ بتائی۔ ایک خادم اس غالیچہ کی صفائی کا ذمہ دار تھا۔ اس نے یہ سُوراخ دیکھا تو گھبرا اُٹھا اب کیا ہوگا۔ شاہ عباس نے دیکھ لیا تو اس پر عتاب نازل ہوگا۔ پھر خدا ہی خیر کرے۔ خادم نے چپکے سے غالیچہ اٹھایا اور اس طریق سے رفو کرایا کہ رفو کیا ہوا حصہ معلوم نہ ہو سکے۔

کچھ دن گزر گئے۔ شاہ عباس نے پوچھا وہ غالیچہ کہاں ہے۔ خادم نے غالیچہ سامنے لاکر بچھا دیا۔ شاہ عباس اس پر بیٹھ گیا اور نظر بچا کر اُس سُوراخ کی تلاش کرنے لگا جو اس

Marfat.com

نے خود اس غالیچہ میں کیا تھا مگر وہ سُوراخ کو تلاش نہ کر سکا۔
شاہ عباس نے خادم کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کو فوراً حاضر کرے جس نے وہ سُوراخ رفو کیا تھا۔ ناچار خادم نے اس شخص کو پیش کیا۔ شاہ عباس نے سربمہر لفافوں کا تھیلہ اس کے سامنے رکھا اور گھُور کر پوچھا کہ تم نے اس تھیلے کی مرمّت کی کیا اُجرت لی۔

کاریگر نے جواب دیا : عالیجاہ! کافی رقم ملی تھی۔ ایک تو یہ مشکل کام تھا اور دوسرے خفیہ طور پر کرنا تھا۔

شاہ عباس : وہ کون شخص تھا جس نے تم سے یہ کام کرایا تھا۔

کاری گر : محمد رضا۔

اس طرح شاہ عباس کو شروع میں جو شبہ ہُوا تھا کہ تھیلے کے کاغذات میں گڑ بڑ کی گئی ہے، اس کی تصدیق ہوگئی اور مجرم کا پتہ چل گیا جس نے گڑبڑ کر کے اس عمدگی سے مرمّت کروائی کہ جعل سازی کا نشان تک نہ رہا۔

معاملہ صاف ہوگیا۔ مرزا اسماعیل کو اپنا قرضہ واپس مل گیا اور محمد رضا کو اپنے کیے کی سزا ملی۔

مرزا اسماعیل نے اپنی سادگی اور سچائی کی بنا پر اپنا لعل محمد رضا کو دے دیا کہ وہ عدالت میں پیش کر دے اور اس طرح اس نے اُس کو کاغذات میں گڑ بڑ کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا۔

Marfat.com

شاہ نصیرُالدّین اور اُس کے درباری

شاہ ایران نصیرالدین ایک دن اپنے درباریوں سے یوں مخاطب ہُوا :

شاہ : بتاؤ ' نوشیرواں زیادہ عادل اور انصاف پسند تھا یا میں۔

درباری مخمصے میں پڑ گئے۔ انھوں نے سوچا اگر کہتے ہیں کہ نوشیرواں بہتر تھا تو بادشاہ بُرا مان جائے گا اور اگر کہتے ہیں کہ کہ شاہ زیادہ عادل ہے تو وہ اس بات کو خوشامد پر دال کرے گا۔ ناچار سب کے سب خاموش سر جُھکا کر کھڑے رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

شاہ : میں جانتا ہوں تم کیوں جواب نہیں دیتے۔ میں اس سوال کا جواب خود دیتا ہوں۔ میں نوشیرواں سے زیادہ انصاف پسند ہوں۔

درباری : بجا ارشاد ہے عالی جاہ۔

شاہ : تم نے یہ بات بے سوچے سمجھے کہہ دی۔ میں بتاتا ہوں کہ کیوں ——— نوشیرواں کا وزیر باتدبیر بزرجمہر تھا اگر نوشیرواں کبھی لغزش کھاتا تو بُزرجمہر اُسے راہ راست پر لے آتا۔ میرے وزیر تم ہو جو اکثر مجھے سیدھی راہ سے بھٹکاتے ہو اس کے باوجود میں انصاف

Marfat.com

پر قائم ہوں۔ اس لیے میں نوشیرواں سے بہتر ہوں۔

○

سپین میں اسلامی سلطنت کی اِبتدا

رومیوں کے ظلم و تشدّد سے سپین کے عوام بہت تنگ آ چکے تھے۔ اب ان کی نظریں ملک کے باہر سے آنے والے پر لگی ہوئی تھی کہ شاید کوئی نجات دہندہ آئے اور ان کو مصیبت سے نجات دلائے۔

اس وقت شمالی افریقہ میں خلیفہ کا دائسرائے موسیٰ بن نصیر تھا۔ سپین کے بادشاہ روڈرک سے کیوٹا کا گورنر کاؤنٹ جولین بہت نالاں تھا۔ روڈرک نے اس کی لڑکی کی بے آبروئی کی تھی اور وہ اس سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ کاؤنٹ جولین نے موسیٰ کو حملہ کی دعوت دی۔ موسیٰ نے فوراً طارق بن زیاد کی سرکردگی میں عرب فوج روانہ کر دی۔

۷۱۱ء میں طارق نے اس پہاڑی کو عبور کیا جس کو اب اسی کے نام پر "جبل الطارق" کے نام سے پکارتے ہیں۔ طارق نے صفیں آراستہ کیں۔ روڈرک ایک بہت بڑی فوج لے کر آگے بڑھا۔ اسے پورا اعتماد تھا کہ وہ ان مٹھی بھر عاقبت نا اندیش عربوں کو بڑی آسانی سے مار بھگائے گا

Marfat.com

جن کی بد قسمتی انھیں گھیر کر یہاں لے آئی ہے۔

طارق بن زیاد نے اپنی فوج پر نگاہ ڈالی۔ ان میں کہیں کہیں گھبراہٹ کے نشان پائے جاتے تھے۔ دوسری طرف اس نے دیکھا دشمن کی فوج دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہے اور ہسپانوی سپاہی بڑے فخر سے اپنے خیموں کے آس پاس گھُومتے پھرتے ہیں

قریب سے اسے کچھ آوازیں بھی سنائی دیں۔ عربوں کی قلیل تعداد پر آوازے کسے جا رہے تھے اور ان کو بزدل بنانے کی کوشش کی جا رہی تھی تاکہ وہ حوصلہ ہار بیٹھیں۔

طارق خود انتہائی درجہ کا نڈر اور بے باک نوجوان تھا۔ اس نے حکم دیا کہ ان سب کشتیوں کو جلا دو جو ہمیں یہاں تک لائی ہیں۔

اس کے بعد اس نے اپنی فوج کو مخاطب کیا :

" دوستو! پیچھے عمیق سمندر ہے اب ہم وطن واپس نہیں جا سکتے۔ اگر ہم نے بھاگنے کی کوشش کی تو یہ نہ صرف ہماری قوم کے نام پر ایک بدنما دھبّہ ہوگا بلکہ سمندر کی بلند لہریں ہمیں ہڑپ کر لیں گی۔ اگر تم بہادروں کی طرح آگے بڑھے اور دشمن پہ حملہ کیا اور مر گئے تو شہید اور بچ گئے تو غازی۔ پھر اس ملک کے مالک تم ہو گے۔ اب میں اپنی

تلوار نیام سے باہر نکالتا ہُوں۔ تم میں سے جو میرے ساتھ آنا
چاہے، وہ تیار ہوجائے۔"

سپاہی اپنے جرنیل کی پُرجوش تقریر سُن کر پکار اُٹھے

"ہم تمھارے ساتھ ہیں چاہے موت کے مُنہ ہی میں
کیوں نہ جانا پڑے۔"

نعرۂ تکبیر بلند ہُوا۔ مسلمان سپاہی دیوانہ وار دُشمن کی فوج
پر ٹوٹ پڑے اور دُشمن ان کے حملہ کی تاب نہ لاسکا۔

یہ سپین کے اس دور کی ابتدا تھی جس میں مسلمانو
نے صدیوں تک اپنی اعلیٰ قابلیت اور صلاحیت سے اس ملک
کو ترقی بخشی اور اپنے زمانے کا بہترین متمدن ملک بنایا۔

○

اِنتقام

امیر عبدالرحمٰن کے زمانے میں ایک عرب اپنے اعلیٰ
درجہ کی خدمات کی بنا پر اپنے قبیلہ کا سردار بنایا گیا۔ وہ
صاحب جائداد اور صاحبِ اثر تھا۔

ایک دن وہ اپنے باغیچہ میں ٹہل رہا تھا۔ اچانک
ایک گھبرایا ہوا ہسپانوی آیا اور شیخ کے قدموں میں گر پڑا
جان کی امان چاہی۔

Marfat.com

شیخ نے اس کو اٹھایا اور ماجرا پوچھا۔ اس نے بیان کیا
کہ میں بازار میں جا رہا تھا کہ میرا ایک شخص سے جھگڑا ہوگیا۔
میں نے غصے میں اس کے سر پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ شخص
گرتے ہی مر گیا اس کے ساتھیوں نے میرا پیچھا کیا۔ میں بھاگا آ رہا
تھا کہ اس باغ کا دروازہ کھلا دیکھا۔ ادھر آ گیا۔ وہ دیکھیں لوگ
بھاگے آ رہے ہیں۔ مجھے پناہ دو۔ اے شیخ مجھے بچالو۔

یہ شخص پھر شیخ کے قدموں پر گر پڑا۔ شیخ نے دوبارہ
اسے اٹھایا اور تسلی دی کہ فکر نہ کرو۔ تم ہمارے پاس محفوظ ہو۔
شیخ نے اس کو ایک خفیہ کمرے میں چھپا دیا اور خود باہر آ گیا۔
اتنے میں باغیچہ میں ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ وہ لوگ ایک
نوجوان کی لاش بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ لاش پر نظر پڑی تو
شیخ صاحب کی بے اختیار چیخ نکل گئی اور وہ زمین پر گر پڑا۔
مرا ہوا خوب صورت نوجوان اس کا اپنا ہی اکلوتا بیٹا تھا۔

جو لوگ موقع پر جمع ہوئے انھوں نے بتایا کہ اے
شیخ! ایک راہ گزر نے اس نوجوان کو مار ڈالا۔ ہم نے اس کا پیچھا
کیا۔ وہ اِدھر ہی کہیں آیا ہے اور گم ہو گیا ہے۔

شیخ صاحب کے سامنے معاملہ صاف تھا۔ وہ ہمسایوں
جس کو اس نے پناہ دی تھی، اس کے اپنے لڑکے کا قاتل
تھا۔ لوگوں نے باغیچہ کا کونہ کونہ چھان مارا مگر ملزم کو نہ پاکر

Marfat.com

لوٹ گئے۔

حاضرین نے لاش کو غسل دیا اور دفن کر دیا۔ مرنے والے کی لاش پر چیخ و پکار بلند ہُوئی اور آخر کار سب لوگ تھک کر رات کو سو گئے۔ نیند کے غلبہ کو روک نہ سکے۔

شیخ چپکے سے اُٹھا۔ جہاں ہسپانوی چھپا تھا اس کمرے کا دروازہ کھولا اور اپنے لڑکے کے قاتل سے کہا :

"دوست! ڈرو نہیں۔ یہ لو رقم۔ راستہ میں کھانے دانے کے لیے۔ اور اس شہر کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ۔"

○

حقیقی مَسرّت

عبدالرحمٰن سپین کا نہایت باوقار اور عظیم الشان بادشاہ تھا۔ جب وہ مرا تو اس کے کمرے میں ایک پرچہ پایا گیا جس پر لکھا تھا :

"میں قریباً پچاس برس حکومت کر چکا ہوں۔ کامیابی میرے قدم چُومتی رہی۔ میرے ملک میں امن رہا۔ رعایا بھی مجھے پیار کرتی رہی۔ دشمن مجھ سے کانپتے تھے۔ حلیف میرا ادب کرتے تھے۔ زر و جواہر، عزّت و تفاخر، حکومت، مسرّت و شادمانی بظاہر دنیا کی کونسی نعمت تھی جو مجھے میسّر نہ تھی۔

23164

اس عرصہ میں مَیں نے خوب غور سے ماضی کی طرف دیکھا اور زندگی کے تمام واقعات کو اپنے سامنے لایا تو مجھے شدّت سے معلوم ہوا کہ میری زندگی میں صرف چودہ دن ایسے تھے جن میں مَیں نے حقیقی مسرّت پائی۔"

○

شانِ شاہاں

۸۱۴ء میں سپین میں شاہ حکم حکومت کرتا تھا۔ اس کے دارالخلافہ میں بغاوت ہوگئی۔ بادشاہ نے دیکھا کہ باغی غضبناک سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتے آ رہے ہیں۔ بادشاہ نے اپنی سوار فوج کو حکم دیا کہ باغیوں پر حملہ کیا جائے مگر سوار فوج اس حملہ میں ناکام رہی۔ شاہی محل کی محافظ فوج کو اب حالات سے مایوسی ہونے لگی۔

اس غیر معمولی طوفان میں بادشاہ نہایت اطمینان سے بیٹھا تھا۔ اس نے خادم کو حکم دیا کہ حرم سے مشک لائی جائے۔ خادم جا کر مشک لے آیا۔ بادشاہ اپنی داڑھی اور سر پر مشک لگانے لگا۔ خادم حیران تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر رہ نہ سکا۔ بولا :

"عالیجاہ! گستاخی معاف، یہ کیا موقعہ مشک لگانے کا ہے۔ سنگین ترین خطرہ قریب آ رہا ہے۔"

شاہ : خاموش بدتمیز۔ باغیوں کو اس مشک کے سوا میری پہچان کیسے ہوگی ؟ اس کے بعد بادشاہ نہایت اطمینان سے محل سے نیچے اُترا۔ فوج کو ترتیب دیا اور حملہ کا حکم دیا۔ باغیوں کو بُری طرح شکست ہُوئی۔

شہزادے کی بغاوت

اندلس کے شاہ عبدالرحمٰن سوم کے دو لڑکے تھے حکم اور عبداللہ۔ حکم بڑا تھا اس لیے ولیعہد تھا۔ عبداللہ دل ہی دل میں سوچا کرتا کہ کسی طرح حکومت اس کے ہاتھ آجائے۔

عبداللہ کا ایک دوست قاضی القضاۃ کے عُہدہ کا امیدوار تھا مگر شاہ نے اسے مامور نہ کیا۔ ناکام امیدوار مایوس ہوگیا اور انتقام لینے کی ٹھان لی۔ اس نے عبداللہ کو شاہ عبدالرحمٰن کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ وہ بے وقوف عبداللہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا رہا کہ اس کا باپ اور بھائی دونوں اس سے زیادتی کر رہے ہیں۔ اس کے خیال میں عبداللہ اعلیٰ خصائل اور صلاحیتوں کا مالک تھا اور تخت کا حقدار بھی اسی کو ہونا چاہیے۔ اور اس کے باپ کو تخت نشینی کی وصیّت اس کے حق میں کرنی چاہیے۔

عبداللہ ان باتوں سے گمراہ ہو گیا۔ اِس کے ذہن میں سما

Marfat.com

گیا کہ وہ کس طرح اپنے لیے میدان صاف کرے۔ چنانچہ اس نے کھُلی بغاوت کر دی۔

شاہ عبدالرحمٰن نے عبداللہ کے خلاف ایک طاقت ور سردار بھیجا۔ بغاوت بڑی آسانی سے فرو ہوگئی۔ عبداللہ اور اس کے ساتھی قیدی بنا لیے گئے۔ عبداللہ کے دوست یعنی قاضی القضاہ کے عہدہ کے ناکام امیدوار نے جیل میں ہی خود کشی کر لی اور اس طرح اپنی دانست میں آیندہ کی خفت سے بچ گیا۔ عبداللہ کی نسبت بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

بڑا بھائی حکم عبداللہ سے بہت پیار کرتا تھا۔ وہ اپنے باپ کے پاس گیا۔ منّت سماجت کی۔ رویا پیٹا۔ پاؤں پڑا۔ التجا کی کہ میرے بھائی کو معاف کر دیا جائے مگر بادشاہ پر کسی بات کا اثر نہ ہُوا اور وہ بڑے بیٹے کی بات نہ مانا۔ اس نے کہا : بیٹا! اگر وہ تمھارا بھائی ہے تو میرا لختِ جگر بھی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے اس کی موت کا حکم سُنایا ہے مگر اس کی موت کے بعد خون کے آنسُو روؤں گا۔ عمر بھر ناخوش رہوں گا مگر انصاف اٹل ہے۔ وہ بغاوت کا مجرم ہے اور اس جُرم کی سزا موت ہے۔ اگر رعایا میں سے کوئی بھی کمینہ شخص اس جُرم کا مرتکب ہوتا تو اس کو بھی یہی سزا ملتی اور میرے بیٹے کو بھی یہی سزا ملے گی۔

Marfat.com

حکم : یہ سب درست ہے ابّا حضور! آپ اسے ایک نئی زندگی دے سکتے ہیں۔ رعایا میں سے بہت سے لوگوں پر آپ نے اس قسم کی مہربانی کی ہے۔

شاہ : تمہارے بھائی کا معاملہ ان سب سے مختلف ہے۔ وہ شہزادہ ہے اور تخت کا مدعی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک میں بدامنی پھیل جائے گی۔ خون بہے گا اور لاکھوں گھر برباد ہوں گے۔

آخر جو ہونا تھا وہ ہو کے رہا۔ عبداللہ کو موت کی سزا ملی ـــــــ اس کا سر تن سے جُدا کر دیا گیا۔ بادشاہ نے خون کے آنسو روئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ غم کا یہ زخم گہرا ہوتا گیا اور آخر کار بادشاہ کی جان کا لیوا ثابت ہُوا۔

○

'آرڈونو' حاکم کے دربار میں

عیسائی بادشاہ آرڈونو اپنے ملک میں تخت سے اُتار دیا گیا۔ وہ حاکمِ ثانی کے دربار میں امداد حاصل کرنے کے لیے حاضر ہُوا۔

اس کو دو دن تک شاہی مہمان خانے میں آرام کرنے کے لیے ٹھہرایا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ سے مُلاقات کی اجازت

Marfat.com

ہوئی۔ آرڈونو نے لباس فاخرہ زیب تن کیا اور شہر کے رؤسا کو ساتھ لیا تاکہ وہ اسے شاہی دربار کے آداب سکھا سکیں۔

دربار کے راستے میں سپاہیوں کے غیر معمولی رُعب و داب دیکھ کر آرڈونو اور اس کے ساتھی حیران ہو گئے۔ انھوں نے بہتر یہی سمجھا کہ وہ اپنی نظریں نیچی کر لیں اور گزر جائیں۔ دربار کے آخری دروازہ پر معزول عیسائی بادشاہ نے اپنا سر ننگا کر لیا اور خلعت شاہی بادشاہ کے اعزاز میں اُتار دی جب تخت کے سامنے آیا تو قدم قدم جُھک جُھک کر آداب شاہی بجا لایا۔ حاکم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور عیسائی مہمان نے اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور پھر اُلٹے پاؤں پیچھے کو مُڑا۔ ایک صوفے پر بیٹھ گیا جو بادشاہ کے تخت سے کافی دُور تھا۔ وہ شاہی دربار کی شان سے بڑا مرعوب ہُوا۔

حاکم اور قاضی

اندلس میں حاکم برسرِ حکومت تھا۔ ایک دن اُس نے ایک مقام دیکھا جو اس کو بہت پسند آیا۔ حکم دیا کہ یہاں ہمارے لیے نہایت عالی شان محل اور باغات بنائے جائیں۔

یہ زمین ایک غریب بوڑھی عورت کی تھی۔ بادشاہ نے اسے زمین کی قیمت کے طور پر ایک معقول رقم پیش کی مگر بڑھیا

Marfat.com

نے زمین فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے زمین کی دوگنی تگنی قیمت پیش کی مگر بڑھیا کسی طرح نہ مانی۔

بادشاہ کو غصہ آ گیا۔ اس نے زبردستی بڑھیا کو اس کی جھونپڑی سے نکال دیا اور اپنا محل تعمیر کرانا شروع کر دیا۔ بُڑھیا نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔

اسی اثنا میں بادشاہ نے قاضی کو اس نئے محل کی تعمیر و تکمیل کی تقریب پر مدعو کیا۔ قاضی صاحب دعوت پر گئے، مگر اپنے ساتھ ایک گدھا اور اس پر خالی بورے ہمراہ لے گئے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ قاضی سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟

قاضی نے درخواست کی عالیجاہ! میں آپ کے باغات کی مٹی لے جانا چاہتا ہُوں۔ بادشاہ نے درخواست منظور کر لی۔ جب قاضی نے بورے بھر لیے تو اس نے بادشاہ سے درخواست کی عالیجاہ! یہ بورے گدھے پر لادنے میں میری اِمداد کیجیے۔ بادشاہ متعجّب تھا۔ مگر خیر وہ آگے بڑھا۔ بورے اُٹھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس پر قاضی بادشاہ سے مخاطب ہُوا:

"جناب! اگر آپ اس مٹی کا ایک بورا نہیں اُٹھا سکتے تو قیامت کے روز جب خداوند عالم آپ کو حکم دیں گے کہ اس بُڑھیا کی زمین واپس کرد تو آپ یہ باغات کیسے اُٹھا

سکیں گے۔"

بادشاہ اپنے کیے پر نادم ہوا۔ فوراً بڑھیا کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوئی تو بادشاہ نے کہا "اماں! مجھ سے غلطی ہوئی، مجھے معاف کر دو۔ آج سے یہ محل اور باغات تمھارے ہیں"

المنصور

حاکم ثانی کے عہد میں قرطبہ کے ایک باغ میں پانچ طالبعلم بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ان میں ایک لڑکا ایسا تھا جو پہلے ذرا خاموش رہا مگر کچھ وقت کے بعد چونک پڑا اور کہنے لگا:

"دوستو! میرے آج کے الفاظ کو یاد رکھو ایک نہ ایک دن میں اس ملک کا حاکم ہوں گا۔"

اس کے ساتھی کھلکھلا کر ہنس پڑے لیکن اس لڑکے نے اس مذاق کو کوئی اہمیت نہ دی اور سنجیدہ رہا۔ اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا:

"بھئی اب تم یہ بتاؤ کہ جب میں حکومت کروں گا تو تم لوگ مجھ سے کیا عہدے یا مراعات حاصل کرنا چاہو گے؟"

ایک: بھئی! مجھے تو منڈی کا اعلیٰ حاکم بنا دینا۔ مفت کی مٹھائی کھاؤں گا اور پیٹ بھر لیا کروں گا۔

Marfat.com

دوسرا : مجھے اپنے وطن کے انجیر بھاتے ہیں۔ بلاغہ کا قاضی بننا چاہتا ہوں

تیسرا : پُر لُطف باغات مجھے بے حد پسند ہیں۔ مجھے اس شہر کا کوتوال بنا دینا۔

چوتھا : اور جنّی مجھے تو یہ چاہیے کہ تم حکم کر دینا کہ اس کے بدن پر شہد مل دیا جائے تاکہ مکھیاں مجھے چمٹ جائیں تو گدھے کی دُم کی طرف منہ کر کے قرطبہ کی گلیوں میں مجھے گھمایا جائے۔

ہونہار بچّے نے ان سب کو گھُور کر دیکھا اسے ان پر غصہ آ رہا تھا کہ کیا حقیر سے مطالبات کیے جا رہے ہیں۔ تاہم اس نے غصہ کو ضبط کیا اور کہا :

" ایسا ہی ہوگا۔ تم میں سے ہر ایک کی خواہش پوری کی جائے گی "

یہ لمبا تڑنگا نوجوان خوبرو مگر مغرور شخص یمن کے ایک معزز خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ اس کے آباؤ اجداد سپین میں طارق بن زیاد کے ساتھ آئے تھے اور اس کے معزز لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

یہ نوجوان ابو امیر نامی بڑا ذہین اور بلند خیال تھا۔ اس کے دل میں ہر وقت زندگی کے سفر میں چوٹی تک پہنچنے کی

Marfat.com

لگن نمائی بنتی تھی۔

وہ تعلیم سے فارغ ہوا تو اپنے سامنے ایک خاص منزل کا تصور کر کے جد و جہد کرنے لگا۔ اس کے راستے میں ہزاروں رکاوٹیں آئیں مگر وہ ان سب کو ٹھکراتا چلا گیا آخرکار وہ اپنے مقام کو پہنچ گیا اور المنصور کے نام سے سپین کا بادشاہ بنا۔ تاریخ گواہ ہے کہ سپین میں ایسا عظیم الشان دور حکومت کسی دوسرے مسلمان کا نہیں ہوا۔

اس کو اپنے دوستوں سے کیے ہوئے وعدے یاد تھے۔ اس نے ان سب کو بلایا اور ان سب کی ایک ایک خواہش پوری کی۔

ایک دن المنصور اپنی فوج کا معاینہ کر رہا تھا۔ ایک بربر آفیسر وزنیمار نامی آگے بڑھا اور بولا :

وزنیمار : میرے آقا! میری ایک درخواست ہے۔ مجھے رہنے کے لیے ایک مکان چاہیے۔ میں اب تک کھلے میدان میں رہتا ہوں۔

شاہ : یہ ایسا کیوں ہے وزنیمار! ہم تمھیں پہلے ایک مکان دے چکے ہیں۔ اس کا کیا ہوا؟

وزنیمار : آپ نے مجھے اس مکان سے نکال دیا ہے سرکار۔

شاہ : وہ کب۔ کیسے؟

وزیر : آپ کی بیحد عنایات کے سبب۔ آپ نے مجھے اتنی اراضیات بخش دی ہیں کہ میرے سارے مکان غلّہ سے بھر گئے ہیں اور اب رہنے کے لیے میرے پاس کوئی جگہ نہیں۔

شاہ : ہونہہ۔ اب سمجھے ہم۔ یہ سب ہمارا ہی قصوُر ہے۔

شاہ نے حکم دیا کہ اس آفیسر کو ایک عالی شان مکان بنا دیا جائے!

المنصور کا ایک منظورِ نظر شاعر سعید تھا۔ وہ المنصور سے متعدد تحائف حاصل کر چکا تھا۔ ایک دن سعید نے وہ تمام تھیلیاں کھولیں جو اسے انعام میں ملی تھیں۔ ان کو اکٹھا کیا اور اپنے غلام کافور کو ان کا ایک لمبا چوغہ بنا کر پہنا دیا۔ یہ سب ٹکڑے رنگ برنگے تھے اور ان کا چوغہ پہن کر غلام عجیب سا لگتا تھا۔ سعید اس کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بادشاہ نے غلام کو دیکھا اور پوچھا : اس بے چارے کو یہ کیا لباس پہنا رکھا ہے ؟

سعید : میرے آقا! یہ لباس ان تمام تھیلیوں کا بنا ہے جن میں آپ نے مجھے بے بہا دولت عطا فرمائی۔

شاہ : خوب خوب۔ تم شکریہ ادا کرنے کا ڈھنگ خوب جانتے

Marfat.com

ہو۔ بادشاہ کا چہرہ چمک اُٹھا۔ اس نے شاہ کے گھر
مزید تحائف بھیج دیے۔

ایک دفعہ المنصور اپنی تھوڑی سی سپاہ لے کر ایک تنگ درّے سے گزر کر دشمن کے علاقے میں جا گھسا۔ اس کے فوراً بعد عیسائیوں نے اس درّے پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح مسلمہ ایک بہت بڑے خطرے میں گھر گیا۔ وہ ایک بے باک شخص تھا۔ اس نے اس خطرے کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی۔ اس کے ذہن میں ایک تجویز آئی۔

ایک مناسب جگہ تلاش کر کے وہاں جھونپڑیاں بنائیں اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ زمین پر کاشت شروع کر دیں۔ عیسائیوں نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ المنصور نے کہا میرے سپاہی کہتے ہیں اب گھر جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ فوراً ہی تم پر پیچھے سے حملہ ہونے والا ہے۔ المنصور نے اتنے اطمینان سے جواب دیا کہ عیسائی گھبرا گئے اور نہ صرف صلح کی شرائط پیش کیں بلکہ باربرداری اور سواری کے لیے مویشی بھی دیے تاکہ وہ اپنی سرحد پر پہنچ جائیں۔

ایک دفعہ المنصور کو اطلاع ملی کہ نوازیے کی سلطنت

میں ایک مسلمان عورت قید میں ڈال دی گئی ہے۔ وہ فوراً میدان میں کود پڑا اور نوازیے کی سرحد پر جا دھمکا۔ اس ملک کے بادشاہ کو خبر ملی۔ اس نے کہلا بھیجا کہ حضور مجھ سے کیا خطا ہوئی جو اس طرح مجھ پر عتاب ہو رہا ہے؟

المنصور نے جواب دیا: تم نے اعلان کیا تھا کہ میری سلطنت میں کوئی مسلمان عورت قید نہیں اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے قیدخانہ میں ایک مسلمان عورت ہے۔

یہ جواب پا کر اس ملک کے بادشاہ نے فوراً اس مسلمان عورت کو دو اور عورتوں کے ہمراہ المنصور کی خدمت میں بھیج دیا اور معذرت کی کہ مجھے اس کا بالکل علم نہ تھا۔ اب میں نے پوری تسلّی کر لی ہے کوئی مسلمان مرد یا عورت ہمارے قید خانہ میں نہیں ہے۔

ایک دن المنصور نے خواہش کی کہ چند قیدیوں کو رہا کیا جائے اس سلسلہ میں اس کے رُوبرُو جو فہرست پیش ہوئی اس میں ایک ایسے غلام کا نام تھا جس سے اس کو سخت نفرت تھی۔ اس نام پر اس نے لکھ دیا کہ جہنّم رسید ہونے تک یہ شخص جیل میں ہی رہے۔

اس رات المنصور کو نیند نہ آئی۔ اس کا ضمیر اسے ملامت

Marfat.com

ا رہا۔ اسے سوتے جاگتے خوفناک شکلیں دکھائی دیتی رہیں جو اسے
ہ رہی تھیں اس شخص کو چھوڑ دو ورنہ اپنی بے انصافی کی سزا
ملکتو۔

یہ خوفناک شکلیں وہ صبح تک نہ بھول سکا۔ اس نے صبح
ونے سے پیشتر ہی کاغذات منگوائے اور حکم دیا :

"اس شخص کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ شخص خدا کے حکم سے
ا ہو رہا ہے۔ المنصور اسے رہا نہ کرنا چاہتا تھا۔"

ایک شخص المنصور کے پاس آیا اور کہنے لگا :

"اے انصاف پسند بادشاہ! تیرے مقبول نظر سپہ بردار
نے میرے ساتھ کیا ہوا عہد توڑ دیا ہے۔ میں نے اس کے
لاف قاضی کی عدالت میں معاملہ پیش کیا ہے مگر اس نے
اضر ہونے سے انکار کر دیا ہے۔"

شاہ : کیا کہا' اس نے انکار کر دیا اور قاضی نے اس کو
اضری کے لیے مجبور نہیں کیا۔ (پھر شاہ سپہ بردار کی طرف متوجہ
ہوا۔) سپہ بردار! اپنا کام اپنے ماتحت کے سپرد کرو اور فوراً قاضی
کے سامنے ادب کے ساتھ پیش ہو جاؤ۔ (پھر پولیس کے بڑے
آفیسر کو مخاطب کر کے کہا) ان دونوں کو قاضی کی عدالت میں
لے جاؤ اور قاضی کو کہو اگر یہ سچ ہے کہ سپہ بردار قصوروار ہے

Marfat.com

تو اسے سخت سزا دی جائے۔

فیصلہ مدعی کے حق میں ہُوا۔ وہ شکریہ ادا کرنے کے لیے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا مجھے تمہارے شکریے کی ضرورت نہیں۔ اچھا ہوا تم اپنا دعویٰ جیت گئے مگر میں نے ابھی اس سپہ بردار کو سزا دینا ہے کہ اس بدمعاش نے میری ملازمت میں ہوتے ہوئے یہ کیسے جرأت کی کہ ایسی نازیبا حرکت کرے۔

ایک دفعہ المنصور کے اپنے ایک ملازم خاص کے خلاف افریقہ کے ایک تاجر نے دعویٰ کیا۔

قاضی نے اس کا حلفیہ بیان تحریر کرنے کے لیے عدالت میں طلب کیا مگر اس نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ بادشاہ کا ملازم ہے قاضی اس کا کیا بگاڑ سکے گا۔ المنصور مسجد کی جانب جا رہا تھا اس کا وہ ملازم خاص بھی ساتھ تھا۔ وہ تاجر سامنے آیا اور تمام واقعہ بادشاہ کے سامنے بیان کیا۔ المنصور نے حکم دیا کہ اس ملازم کو فوراً گرفتار کر کے قاضی کے روبرو پیش کیا جائے۔ دعویٰ کا فیصلہ ملازم کے خلاف ہوا۔

المنصور نے اسے اپنی ملازمت سے الگ کر دیا۔

ایک مشہور مورخ لکھتا ہے :

"المنصور ہمیشہ اپنا کفن اپنے ساتھ رکھتا تھا کہ نہ معلوم کب اس کی ضرورت پڑ جائے۔ یہ کفن اس کپڑے کا بنا ہوا تھا جس کا دھاگہ اس کے باپ کی زمینوں کی پیداوار تھا اور اس کی اپنی لڑکیوں نے بنایا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے قرآن پاک کا ایک نسخہ لکھا ہوا تھا اور وہی میدان جنگ میں پڑھا کرتا تھا۔ دشمن کی طرف بڑھنے اور میدان جنگ میں لڑنے سے جو اس کے کپڑوں پر گرد چمٹتی وہ اس کو اکٹھا کر لیتا۔ اس گرد کا ایک بورا بھر چکا تھا۔ جو وہ اپنے پاس محفوظ رکھتا تھا اس نے وصیت کی تھی کہ جب وہ مرے تو اس گرد کو خوشبوؤں میں ملا کر اس کے بدن میں مل دی جائے۔"

عیسائی ملکہ اور سرداران اندلس

۱۱۳۹ء میں مسلمانوں نے عزیکا کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس قلعہ میں الفنسو مفتم کی ملکہ تھی۔

محاصرہ جاری تھا۔ ملکہ نے سرداران اندلس سے کہلا بھیجا کہ ایک عورت سے مقابلہ کرتے ہوئے تمھیں شرم نہیں آتی! کیا تمھارے نزدیک بہادری کا یہی معیار ہے؟

سرداران اندلس کو یقین نہ تھا کہ ملکہ اس قلعہ میں رہائش پذیر

Marfat.com

ہے۔ اس لیے اس امر کی تصدیق کے لیے انھوں نے جواب میں
یہ کہلا بھیجا کہ ملکہ ایک دفعہ قلعہ کی کھڑکی سے جھانک لے۔ ملکہ
نے جھانکا۔ سرداران نہایت ادب سے پیش آئے اور محاصرہ چھ
دیا۔

○

معتمد اور شاعر

معتمد سپین میں سیول کا حاکم تھا۔ شعرا کی بڑی قدر کر
اور ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ایک دن بیٹھا تھا کہ
اس نے یہ شعر سُنے :

"یقیناً ایفائے عہد ایک خوبی ہے
وہ انسان کہاں سے ڈھونڈھ لائیں جو پاسِ عہد کرتا ہو
ہاں! افسانوں میں ایسے شاعر کا ذکر ہے
جس کو ہزار دینار دیے گئے۔"

معتمد نے دریافت کیا یہ شعر کس کے ہیں؟ جواب ما
عبدالجلیل کے۔ معتمد بولا: کیا یہ ہمارے شاعر کا کلام ہے اور ہز
دینار کے انعام کو افسانہ کی بات کہتا ہے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ
عبدالجلیل کو دس ہزار دینار انعام دیے جائیں۔

بہادر شہسوار

سپین میں مسلمانوں کی طاقت اور غلبہ دن بدن کم ہوتا جا رہا تھا اور کچھ علاقے پر عیسائیوں نے قبضہ بھی کر لیا تھا۔

ایک دن کچھ گھوڑ سوار عیسائی غرناطہ کے قرب وجوار میں لوٹ مار کے لیے ادھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ انھوں نے ایک نوجوان عرب سوار کو گرفتار کر کے اپنے گورنر کے سامنے پیش کیا۔ عرب نوجوان انتہائی درجہ کا خوب صورت، خوش پوش اور باوقار نظر آ رہا تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پر سوار تھا۔ نیزہ ہاتھ میں تھا اور تلوار پہلو میں آویزاں تھی۔ اس کی ہیئت سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نہایت معزز گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔

عیسائی گورنر کے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ وہ روندہ کے مسلمان گورنر کا لڑکا ہے جو اپنی شہسواری اور شجاعت کے سبب خاص شہرت رکھتا ہے۔

عیسائی گورنر نے پوچھا: تم کدھر جا رہے تھے؟

نوجوان روپڑا اور کچھ جواب نہ دیا۔

عیسائی گورنر: ارے اتنے بہادر باپ کے ایسے بہادر بیٹے اور عورتوں کی طرح رو رہے ہو؟

نوجوان عرب: میں اس لیے نہیں روتا کہ میرا نیزہ میرے کام نہ

Marfat.com

آیا اور میں گرفتار ہوگیا۔ میرے رونے کا سبب کچھ اور ہے۔

گورنر : وہ کیا ہے دوست!

نوجوان عرب : یہاں سے قریب ہی ایک قلعہ ہے جس کا میں نام نہیں بتاؤں گا۔ اس قلعہ کے گورنر کی ایک بیٹی ہے وہ میری محبوبہ ہے۔ میں اس کے لیے عیسائیوں کے خلاف سینکڑوں بار لڑ چکا ہوں۔ آخرکار وہ اب مان گئی ہے کہ وہ میرے ساتھ شادی کرے گی۔ میں اسی کے پاس جا رہا تھا کہ گرفتار ہوگیا۔

گورنر : تم ایک اعلیٰ قسم کے شہسوار ہو، اگر تم وعدہ کرو کہ جیل میں واپس آجاؤ گے تو میں تمھیں اپنی محبوبہ کے پاس جانے کی اجازت دیتا ہوں تاکہ تم اس کو اپنی ناکامی کا حال بتا سکو۔

قیدی نے یہ شرط منظور کر لی اور اپنی محبوبہ کے قلعہ کی جانب روانہ ہوگیا۔ اس نے اپنی محبوبہ کو سارا حال کہہ سنایا۔

یہ سن کر گورنر کی بیٹی کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے جلد ہی فیصلہ کر لیا اور نوجوان سے کہا : اگر تمھاری قسمت میں قید میں سڑ کر مرنا ہی ہے تو مجھے بھی یہ منظور ہے۔ میں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔

یہ دونوں عین وقتِ مقررہ پہ جیل کے دروازے پر

Marfat.com

پہنچے مگر کسی نے ان کو جیل میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی بلکہ عیسائی گورنر نے طلب کر کے کھانے کی دعوت دی۔ بڑے اعزاز و اکرام سے ملا۔ محافظ دستہ ساتھ دیا اور حکم دیا کہ ان کو سرحد تک حفاظت سے پہنچا دیا جائے۔

○

سپین کی ایک لائبریری

ایک عرب عالم کا بیان ہے :

"میں قرطبہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مجھے ایک کتاب کی ضرورت تھی جو مجھے کہیں سے دستیاب نہ ہو رہی تھی۔ میں ایک دن کتابوں کے بازار میں پھر رہا تھا۔ اچانک وہ مطلوبہ کتاب مجھے ایک دکان پر نظر پڑی۔ نہایت اعلیٰ لکھی ہوئی تھی اور بڑی خوب صورت جلد تھی۔ میں یہ کتاب دیکھ کر بہت ہی خوش ہُوا۔

اس کتاب کی عام نیلام میں بولی دی جا رہی تھی۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر بولی دی۔ کچھ اور لوگ بھی بولی دے رہے تھے۔ مگر آخرکار ایک اور شخص اور میں مقابلہ میں بڑھتے ہوئے انداز میں بولی دینے والے رہ گئے

میں نے دکاندار سے دوسرے شخص کی نسبت پوچھا

Marfat.com

وہ نہایت فاخرہ لباس میں ملبوس تھا۔ میں اسے علاّمہ کہہ کر پکارا اور کہا اگر آپ کو واقعی اس کتاب کی ضرورت ناگزیر ہے تو میں مزید بولی نہیں دیتا اور یہ کتاب آپ خرید لیں کیونکہ واقع یہ ہے کہ کتاب کی جائز قیمت وہ نہ تھی جو اب جوش و خروش میں بڑھ چڑھ کر بولی کی وجہ سے ہو چکی تھی۔

وہ شخص بولا :

"حضرت! میں نہ علاّمہ ہوں، نہ میں یہ جانتا ہوں کہ اس کتاب میں کیا ہے، یہ کس قدر و قیمت کی ہے۔ معاملہ صرف اتنا ہے کہ میں ایک ان پڑھ شخص ہوں۔ خدا نے یوں اپنے فضل و کرم سے مالا مال کیا ہوا ہے۔ اپنی بے علمی کے احساس کی وجہ سے میں نے اپنے گاؤں میں ایک لائبریری کھول رکھی ہے۔ میں چاہتا ہوں اس لائبریری میں نہایت اعلیٰ اور بلند درجہ کی کتب جمع ہوں اور یہ لائبریری ایک یادگار ثابت ہو۔ لائبریری میں اب صرف ایک جگہ خالی ہے اور میرے اندازے سے وہ جگہ اِتنی ہے جس میں یہ کتاب سما سکتی ہے۔ یہ کتاب دیکھنے میں نہایت خوبصورت ہے۔ جلد بھی نفیس ہے۔ میں قیمت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اللہ نے مجھے بہت دے رکھا ہے۔"

Marfat.com

حُبِّ وطن

اسبیلا اور فرڈی نینڈ کی شادی نے دو حکومتوں کاسٹلی اور ارغوان میں اتحاد پیدا کر دیا۔ ان دونوں حکومتوں نے مل کر ایک سازش تیار کی کہ سپین سے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

غرناطہ کی آخری مسلمان حکومت اپنے آخری دور میں کمزور ہو چکی تھی۔ خانہ جنگیوں اور آپس کے انتشار نے ان کی رہی سہی طاقت بھی فنا کر دی تھی۔

عیسائیوں کو بلاغہ، گاڈکس، المنیکار، المیریا اور بارا ایسے اہم مقامات پر قبضہ کرنے میں ذرا بھی دقت نہ ہوئی

آخرکار ۱۴۹۱ء میں انھوں نے غرناطہ پر چڑھائی کر دی اور آن کی آن میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس پیش قدمی کا انجام یہ تھا۔ عیسائیوں کی افواج تعداد، اسلحہ اور خوراک کی فراہمی میں مسلمان افواج سے کہیں زیادہ بہتر حالت میں تھیں۔ مسلمان تعداد میں کم، اسلحہ قلیل، راشن نہ ہونے کے برابر اور تھکے ہارے لوگ تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے آسانی سے شکست قبول نہ کی بلکہ بڑی جانفشانی سے مقابلہ کیا۔ سات ماہ تک محاصرہ قائم رہا۔ اس دوران میں غرناطہ پر کیا کیا مصائب نہ ٹوٹے۔ مگر

ان کا سرکردہ ایک جانباز تھا جو موسیٰ بن ابو غسان کے نام سے مشہور تھا۔ وہ بلا کا ذہین اور بلند کردار کا مالک تھا۔ اپنی غیر معمولی شجاعت اور حب الوطنی میں یکتائے روزگار تھا پرانے شاہی خاندان کا فرد تھا۔

وہ بھوکے ننگے مسلمانوں کے مُردہ دلوں کو اپنے ولولہ اور عزم سے زندگی بخش رہا تھا۔ بار بار وہ مٹھی بھر مسلمانوں کو لے کر عین عیسائی افواج کے درمیان جا گھستا اور تباہ کاریاں مچا کر واپس آ جاتا۔ عیسائی اس سے خوف کھانے لگے تھے۔

فرڈی ننڈ نے دیگا پر قبضہ کر لیا اور ابوعبداللہ شاہِ غرناطہ کو کہلا بھیجا کہ مدافعت عبث ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اب تم ہتھیار ڈال دو۔

موسیٰ نے جواب دیا عیسائی بادشاہ جان لے کہ عرب نیزہ چلانے، تلوار کے استعمال کرنے اور گھوڑے کی سواری کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے اگر وہ ہمارے ہتھیاروں کا خواہشمند ہے تو آئے اور ہم سے چھین لے۔ لیکن اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کو یہ سودا مہنگا پڑے گا۔ میرے نزدیک غرناطہ کی چاردیواری میں وہ قبر جو وطن کی خاطر نصیب ہو، اس مخملی نشست سے ہزار درجہ بہتر ہے جو کافر کی اطاعت قبول کرنے کے بعد اس کے محل میں نصیب ہو۔

Marfat.com

حالت دن بدن بدتر ہوتی گئی۔ عوام مایوس ہو رہے تھے اور کچھ یہ تجویزیں بھی ہو رہی تھیں کہ ہتھیار ڈال دیے جائیں۔ صرف موسیٰ ہی ایسا شیر دل جوان تھا جو اس بات کا مخالف تھا اور لوگوں کی ڈھارس بندھا رہا تھا۔

اس نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور اپنی فوجوں کے ساتھ قدم جما کر کھڑا ہو گیا کہ اگر دشمن آگے بڑھا تو میری لاش پر سے گزرے گا۔ لیکن جو عیسائی آگے بڑھے، ان کو بُری طرح پسپا ہونا پڑا۔ ان میں سے کئی زخمی ہوئے اور کئی ہلاک۔

موسےٰ نے اپنے سپاہیوں کو کہا اب ہمارے پاس صرف اتنی زمین بچ رہی ہے جس پہ ہم کھڑے ہیں اگر ہم نے یہ بھی کھو دی تو ہمارا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

اسی اثنا میں غرناطہ میں قحط پڑ گیا اور قحط نے ایسے تاثرات پیدا کر دیے جو دشمن افواج بھی پیدا نہ کر سکتی تھی۔ مسلسل محاصرہ اور طویل قحط نے عوام کی قوت برداشت ختم کر دی۔

آخر کار ایک کونسل بیٹھی اور جنگ ختم کرنے کے سوال پر غور کرنے لگی۔ موسےٰ نے ان لوگوں کو آنے والے خطرات سے آگاہ کیا اور کہا:

Marfat.com

" عیسائیوں کی بات کا اعتبار کرنا اپنے آپ کو فریب دینا ہے۔ وہ تمھاری عزت و ناموس اور املاک کی قطعاً حفاظت نہ کریں گے۔ دراصل موت ہی سب کے لیے بہترین امید ہے۔ یہ لوگ ہمارے شہر تہ و بالا کر دیں گے۔ مساجد کی بے حرمتی کریں گے۔ ہمارے گھروں کو آگ لگائیں گے۔ ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عصمت ان کے رحم و کرم پر ہوگی آپ کو بدترین ظلم، شدید تنگ نظری، کوڑے، زنجیروں، خنجروں اور جیلوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جو اس وقت ان کے خوف سے کانپتے ہیں اور باعزت موت سے ڈرتے ہیں اُن کو اس وقت اس نظارے کی تاب نہ ہوگی۔ خدا کرے میں اس وقت تک زندہ نہ رہوں۔"

یہ ایک پیش گوئی تھی جو بعد میں حرف بحرف پوری ہوئی مگر کسی نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ لوگ بھوک اور پیاس سے اتنے بے صبر ہو رہے تھے کہ اب وہ ہار مان لینے کے لیے بے چین تھے۔

موسٰے کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ کمرے سے اُٹھ کر باہر آگیا۔ الحمرا سے بھی باہر۔ بالکل خاموش اور نیچی نظریں کیے ہوئے۔ گھر پہنچ کر اس نے اپنا تمام اسلحہ زیب تن کیا۔ اپنا بہترین گھوڑا لیا اور کبھی واپس نہ آنے کے لیے شہر سے باہر نکل گیا۔

Marfat.com

اسی شام چند عیسائی سوار جو تعداد میں قریبا پندرہ تھے، زنبیل کے کنارے کنارے جا رہے تھے۔ شام کے دھندلکے میں انھوں نے اس سوار کو دیکھا جو سر سے پاؤں تک مسلح تھا۔ اس نے اپنا چہرہ آہنی نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کا گھوڑا بھی لوہے میں غرق تھا۔ عیسائیوں نے اسے للکارا۔ ٹھہر جاؤ! بتاؤ تم کون ہو؟ وہ جواب دینے کی بجائے ان پر ٹوٹ پڑا اور پہلے ہی وار میں ان کے سردار کو مار گرایا۔ اس کی تلوار چاروں طرف تیزی سے گھوم رہی تھی اور بلا کی تیزی سے کانٹ چھانٹ کر رہی تھی۔ وہ خود بھی زخمی ہو چکا تھا مگر وہ اپنے زخموں سے بالکل بے پرواہ تھا۔ اس کے سامنے دشمن کو ختم کرنا ہی واحد مقصد تھا اور اس کی تکمیل میں اس کو اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہ تھا۔ وہ انتقام کے جوش میں لڑ رہا تھا۔ اپنے انجام سے بالکل بے خبر تھا۔ اس کے دل میں کوئی خواہش نہ تھی کہ وہ زندہ رہ کر اپنی کامیابی پر خوش ہو۔ اس کی تلوار نے نصف کے قریب سوار موت کے گھاٹ اتار دیے۔ آخرکار وہ بُری طرح زخمی ہوا اور اس کا گھوڑا بھی۔ گھوڑا گر پڑا اور اب وہ اپنے گھٹنوں کے بل لڑتا رہا اور خنجر سے وار کرتا رہا۔ اب اس کی آس بالکل ٹوٹ چکی تھی مگر وہ قیدی بننے کی بجائے موت کو ترجیح دیتا

Marfat.com

تھا۔ اس نے زنبیل میں چھلانگ لگا دی اور اپنی زرہ بکتر اور اسلحہ کے بوجھ سے پانی کی تہ میں ڈوب کر واصل بحق ہوا۔

مرورِ ایام

۹۰۰ء میں اِمرءُ القیس خلیفہ بغداد کے تحت خراسان کا گورنر تھا۔ اس کی ٹرَان سوکسیانہ کے حاکم اِسماعیل سے لڑائی ہوئی اور شکست ہوئی۔ وہ گرفتار ہُوا۔

جیل میں اس کا خادم اس کے لیے گوشت پکا رہا تھا۔ خادم باورچی خانہ سے نکل کر دوسرے کمرے میں نمک لانے کے لیے چلا گیا۔ اتنے میں ایک کتّا آیا اور گوشت کھانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایسے میں دیگچی کُتّے کی گردن میں اٹک گئی۔

امرءُ القیس نے آہ بھر کر کہا: آج صبح میرے مطبخ کا سامان تین سو اونٹوں پر لدا ہوا تھا اور اب سُورج غروب ہونے سے پہلے ہی یہی سامان ایک کتّا اُٹھا کر لے جا رہا ہے۔

مجاہد بادشاہ

منصورؒ دوئم سامانی خاندان کا بڑا عالی وقار بادشاہ تھا۔

Marfat.com

دسویں صدی عیسوی میں وہ بخارا پر حکومت کرتا تھا وہ چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا اس لیے وہ ہر وقت چوکنا رہتا تھا اور بدن سے کبھی لباس نہ اُتارتا تھا۔ اس کے مصاحبین کہتے کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کہ کبھی بھی عمدہ کپڑے نہیں پہنتا۔ بادشاہ نے یہ بات سُنی تو یہ اشعار پڑھے :

"وہ مجھ سے پوچھتے ہیں عمدہ خلعت کیوں نہیں پہنتا
نہ ہی شاہی خیموں اور نایاب غالیچوں کا مشتاق ہوں۔
تلواروں کی جھنکار میں مغنی کے نغمے کس کام کے۔
گھوڑوں کے ہنگامے میں گلاب کے پھولوں کے باغیچہ
کی کیا گنجائش
شراب اور شیریں لب ساقی کی کیا مجال
جہاں جنگی لباس پر خون کی لہریں بہہ رہی ہوں
تلوار اور گھوڑا میری دل پسند اشیاء ہیں
ضیافت اور خوش مذاقی ہمیں نہیں بھاتی
میرا تیر کمان مجھے کنول اور چنبیلی سے بڑھ کر مرغوب ہے"

دو اشعار

احمد بن عبداللہ الخوزستانی کو کسی نے پوچھا "تم تو

Marfat.com

گدھے ہانکنے والے تھے تم خراسان کے امیر کیسے بن گئے ؟

اس نے جواب دیا : ایک دن میں دیوان ہنزلہ پڑھ رہا تھا کہ میرے سامنے یہ اشعار آئے :

" اگر آقائی شیر کے جبڑوں میں ہو
آگے بڑھو اور چھین لو

چاہے اس میں موت کا سامنا ہی ہو جو عین مردوں کے شایان شان ہے
دولت عظمت مرتبہ اور عیش لازوال تمھارا ہوگا۔"

ان اشعار نے مجھ پر گہرا اثر کیا۔ میں نے اپنے گدھے بیچ دیے۔ ایک گھوڑا خریدا۔ وطن چھوڑ کر علی ابن قیس کی مُلازمت اختیار کی۔ علی نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر خراسان بھیج دیا۔ اس سے میرے شاندار مستقبل کی بنیاد قائم ہوئی۔ میں لگاتار کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ تمام خراسان میرے قبضے میں آ گیا۔

○

ابوسینا

ابوالعباس مامون خوارزم شاہ کا عہد گیارہویں صدی عیسوی میں ہُوا۔ وہ خود بھی ایک بہت بڑا مفکر اور اہلِ علم کا قدردان تھا۔ اس کا وزیر ابوالحسین احمد بھی اسی قسم کے فضائل کا

Marfat.com

مالک تھا۔ قدرتی طور پر خوارزم شاہ کے دربار میں متعدد
، علم و فضل جمع ہو گئے۔ ابو نصر العراق خوارزم کا بھتیجا حساب
ء علم میں یکتائے روزگار تھا۔ ابوالخیر بن الخمار طب ابوریحان
ونی علم نجوم، ابو علی سینا اور ابو سہل مسیحی ہر دو ارسطو کے
ف کے معزز جانشین تھے۔

یہ سب لوگ خوارزم شاہ کے دربار کے چمکتے ستارے
ے۔ ان لوگوں کو شاہ نے اتنا فارغ البال کر دیا تھا کہ وہ
کے ہر قسم کے رنج و غم سے آزاد تھے۔ وہ آپس میں
ث و تمحیص اور مذاکرے کرتے۔ تحریری طور پر بھی تبادلۂ خیالات
تے۔

خوارزم کو غزنہ سے سلطان محمود کی جانب سے مراسلہ
کہ ان سب علماً و فضلاً کو میرے دربار میں بھیج دیا جائے
زم شاہ کی کیا مجال کہ اس حکم سے سرتابی کرتا ان سب
ں کو جمع کیا اور ان کو سلطان کا حکم سنایا۔

ابو علی سینا اور ابوسہل نے غزنہ جانے سے انکار
دیا۔ ابو نصر، ابوالخیر اور ابوریحان جانے کے لیے راضی
گئے۔ خوارزم شاہ نے ابوعلی سینا اور ابوسہل سے کہا:
ں سے قبل کہ میں سلطان کے سفیر کو تمہاری نسبت کچھ
ں، تم کسی طرف کا راستہ لو اور یہاں سے چلے جاؤ۔

Marfat.com

خوارزم شاہ نے دونوں کو رختِ سفر مہیّا کیا۔ وہ گرگز کی جانب روانہ ہوگئے۔ اگلے دن شاہ نے سلطان کے سفیر کو طلب کیا اور اس کے ساتھ باقیماندہ لوگوں کو ہمراہ کر دیا۔

○

چین میں پہلا مُسلمان سفیر

۷۱۳ء میں جب پہلا مسلمان سفیر شاہِ چین کے دربار میں حاضر ہوا تو شاہی آداب کے مطابق اسے کہا گیا کہ وہ شاہ کے حضور جُھک کر آداب بجالائے۔ اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا ہم صرف خدائے لایزال کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ انسان چاہے کتنا ہی بڑا بادشاہ کیوں نہ ہو، ہم اس کے سامنے سر نہیں جُھکاتے۔

یہ دیکھ کر شاہِ چین پہلے تو ناراض ہوا اور حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کر دیا جائے یہ گُستاخ ہے مگر پھر خیال آیا کہ سفیر کی جرأت قابلِ داد ہے نہ کہ قابلِ دار۔ اور معاف کردیا۔

○

چین پر حملہ کیوں نہ ہُوا

۷۱۳ء میں عرب کاشغر تک قبضہ کر چکے تھے۔ عرب

رنیل نے یہاں پہنچ کر قسم کھائی کہ وہ چین پر حملہ کرے گا۔
رب فوج اتنے دور دراز علاقے میں لڑتے لڑتے پہلے
ی تھک چکی تھی اور آگے بڑھنا نہ چاہتی تھی۔ جرنیل اپنی قسم
پوری کرنا چاہتا تھا۔

سپاہیوں نے ایک چال چلی۔ ایک مقامی گورنر کو بلایا
ور کہا تم عرب جرنیل کو مٹی کا ایک بورا بھر کر بھیج دو
تاکہ وہ اس کو اپنے قدموں تلے روندے۔

گورنر نے ایک بورا مٹی کا اور ایک تھیلہ چینی سکوں
کا بطور خراج ادا کر دیا اس طرح جرنیل کی قسم بھی پوری ہوگئی
ور عرب فوج نے اپنے جرنیل کو آگے بڑھنے سے روک
یا اور بغیر حملہ کے واپس ہو گیا۔

(اگر مسلمان جرنیل اپنی قسم پوری کرلیتا اور کامیاب ہو
جاتا تو آج چین کی تاریخ مختلف ہوتی)

تیمور خاں منگول اور شیخ جمال الدین بخاری

تیمور خاں منگول کاشغر کا بادشاہ تھا۔ چغتائی خاندان سے
تھا۔ وہ شیخ جمال الدین بخاری کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔
واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ چند مسافروں کے

Marfat.com

ہمراہ نادانستہ بادشاہ کی شکارگاہ میں داخل ہوگیا۔ خدام نے ان سب لوگوں کو پکڑ لیا۔ ان کی مشکیں باندھیں اور بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

بادشاہ کو بتایا گیا کہ یہ لوگ ایرانی ہیں۔ اس پر بادشاہ نے کہا ایک ایرانی سے کتّا اچھا۔ شیخ بول اُٹھے۔ ہاں بادشاہ سچ ہے۔ اگر کسی انسان کے دل میں ایمان کی روشنی نہ ہو تو وہ کتّے سے بھی بدتر ہے۔

بادشاہ ان کی جرأت پر حیران رہ گیا۔ ان سے پوچھنے لگا جو بات آپ نے کہی ہے اس کا کیا مطلب ہے اور ان کا دین کیا ہے۔

شیخ نے اسلام کے محاسن کچھ اس خوش اسلوبی سے بیان کیے کہ بادشاہ بے حد متاثر ہُوا۔ اس کا دل پسیج گیا۔

بادشاہ نے عرض کیا تھوڑا سا توقف کیجیے۔ جب میں اپنے باپ دادا کی کھوئی ہوئی ریاست واپس لوں گا تو پھر میرے پاس واپس تشریف لائیے۔

وہ وقت آگیا جب بادشاہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا مگر اس اثنا میں شیخ وفات پا چکے تھے اور مرنے سے قبل اپنے بیٹے رشیدالدین کو وصیّت کر گئے تھے کہ تیمور کے پاس ضرور جانا۔ میری طرف سے سلام کہنا اور اسے اپنا وعدہ

Marfat.com

یاد دلانا۔

رشیدالدین تیمور خاں کے پاس گئے۔ بڑی کوشش کی کہ شرف باریابی حاصل ہو مگر دیر تک ناکام رہے۔ آخر ایک صبح رشیدالدین نے بادشاہ کے خیمے کے قریب بلند آواز سے اذان دینی شروع کردی۔ بادشاہ نے حکم دیا اس شخص کو میرے پاس لایا جائے۔ اس طرح رشیدالدین تیمور خاں کے پاس گئے اور اس کو اپنے باپ کا پیغام دیا۔ تیمور خاں نے رشیدالدین کو گلے لگایا۔ بڑی خاطر مدارت کی اور اسلام لے آیا۔ تمام شہزادوں اور امراء نے بھی اسی وقت اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔ کہتے ہیں ایک دن میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار لوگ اس ملک میں مسلمان ہوئے۔

ملایا میں پہلا مبلغ اسلام

۱۵۰۱ء میں ایک عرب شیخ عبداللہ ملایا کے شمالی حصہ کیوڈہ میں آیا۔ شیخ نے راجہ سے ملاقات کی درخواست کی جو منظور ہوئی۔ اس ملاقات میں یوں گفتگو ہوئی :

شیخ : آپ کے ملک کا مذہب کیا ہے ؟

راجہ : میرا اور میری رعایا کا مذہب وہی ہے جو ہمارے باپ دادا کا تھا اور ان سے ہم تک پہنچا۔ یعنی ہم

بُت پُوجتے ہیں۔ تمھارا مذہب کیا ہے ؟

شیخ : میرا مذہب براہِ راست خدا کی جانب سے رسولؐ کے واسطہ سے ہم تک پہنچا ہے۔

راجہ : خدا کی جانب سے ! وہ کیسے ؟ کیا نام ہے اس دین کا؟

شیخ : اس دین کا نام اسلام ہے اور وہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واسطہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس دین نے باقی تمام پچھلے ادیان کو منسُوخ کر دیا ہے۔

راجہ : ذرا اس دین کی نسبت ہمیں سمجھاؤ !

شیخ نے اسلام کی خوبیاں اس انداز سے بیان کیں کہ راجہ مسلمان ہو گیا۔ محل میں جتنے شراب کے مٹکے تھے اپنے ہاتھ سے ان کو توڑ ڈالا۔

راجہ کے بعد اس کے تمام امراء اور پھر ملک کے تمام عوام نے اسلام قبول کر لیا۔

جاوا میں پہلا شہیدِ اسلام

جاوا کے جزیرہ کے مغربی حِصّہ میں ایک ریاست پجاجران تھی۔ بارہویں صدی عیسوی کے آخر میں اس کا پہلا بادشاہ ہوا۔ اس بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ بڑا لڑکا تجارت

Marfat.com

کرنے لگا اور ہندوستان چلا گیا۔ چھوٹا لڑکا ۱۱۹۰ء میں باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔

بڑا لڑکا گھومتے گھومتے چند عرب تاجروں کو ملا اور ان کی تبلیغ کے زیر اثر اسلام لے آیا اور حاجی پوروا کے نام سے مشہور ہُوا۔ حاجی پوروا ایک عرب مبلغ کو ساتھ لے کر اپنے وطن واپس آیا تاکہ اپنے چھوٹے بھائی اور اپنے ملک کے عوام کو اسلام کی دعوت دے۔

چھوٹے بھائی نے اس کو شک کی نگاہ سے دیکھا اور اسے جنگلوں میں بھاگ جانا پڑا۔ مگر اس کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ جزیرہ کے کئی لوگ مسلمان ہو گئے۔

○

محمد بن قاسم

محمد بن قاسم فاتح سندھ نے اپنے حاکم حجاج بن یوسف کو کسی بات پر ہدایات حاصل کرنے کے لیے خط لکھا۔ حجاج نے جواب دیا:

"تمھارا خط ملا۔ پڑھ کر حالات معلوم ہُوئے برہمن آباد کے بڑے بڑے لوگوں نے بُدھ کے مندر کی تعمیر کے لیے اجازت طلب کی

Marfat.com

ہے اور اپنے دین پر رہنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ انھوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی اور جزیہ بھی دینا مان لیا ہے۔ وہ ہماری حفاظت میں آ چکے ہیں اب ہم ان کی جان و مال پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ وہ اپنے بُتوں کو پُوجنے میں آزاد ہیں۔ کِسی شخص کو اپنے دین پر قائم رہنے سے نہ روکا جائے اور نہ منع کیا جائے۔ وہ اپنے گھروں میں جس طرح چاہیں رہیں۔"

محمد بن قاسم غیر معمولی فنی مہارت کا مالک ایک نوجوان عرب جرنیل تھا جو اپنی شجاعت کے لیے مشہور تھا۔ اس نے سندھ کے راجہ کو شکست دی۔

راجہ اور اس کا لڑکا بڑی جوانمردی سے لڑے مگر میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ اس کی دو لڑکیاں قید ہو کر آئیں جو حجاج کے پاس بھیج دی گئیں۔ حجاج نے ان کو خلیفہ ولید کے پاس دمشق بھیج دیا۔ خلیفہ نے ان لڑکیوں کو دیکھا تو بڑی لڑکی سے شادی کرنا چاہی۔ وہ لڑکی رو پڑی اور کہا کہ میں تمھارے لائق نہیں ہوں۔ مجھے پہلے ہی محمد بن قاسم خراب کر چکا ہے۔ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے

Marfat.com

محمد بن قاسم کو لکھا کہ وہ فوراً اپنے آپ کو کچی کھال میں بند کرے اور اپنی ناپاک زندگی کو ختم کرے۔

وفا کے پتلے محمد بن قاسم نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور اس طرح اپنی زندگی ختم کر لی۔ خلیفہ نے نوجوان جرنیل کی لاش دکھا کر کہا ہم اپنے گناہ گار ملازمین کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ لڑکی نے فتح مندی اور فخر کے ملے جلے جذبات سے مسکرا کر کہا:

"اے خلیفہ! جان لو، محمد بن قاسم نے مجھے ماں، بہن جیسی عزت دی اور ایسا ہی سلوک کیا مگر اس نے میرا باپ، میرا بھائی اور میرے ہم وطنوں کو ہلاک کیا تھا میں نے اس کا یوں انتقام لیا۔"

سلطان نصیر الدین

۱۲۴۶ء میں سلطان نصیر الدین تخت نشین ہوا۔ وہ شاہی لباس صرف دربار کے موقع پر پہنتا اور گھر میں پرانے کپڑوں میں ملبوس ہوتا۔ اس نے اپنے لیے عبادات کا وقت مقرر کیا ہوا تھا اور کچھ وقت خفیہ طور پر قرآن پاک لکھا کرتا تھا تاکہ کوئی شخص اس کا خط پہچان کر معمولی قیمت سے زیادہ ادا نہ کرے۔

ایک دن اس کی بیوی اس کے پاس آئی اور کہا دیکھیے

کھانا پکاتے میں میری اُنگلیاں جل گئیں۔ مجھ سے اب یہ کام نہیں ہوتا' ایک لونڈی کا انتظام کر دیجیے۔ سلطان رو پڑا اور کہا : بہت دن گزر گئے ہیں۔ محنت کے تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ کل قیامت کے روز اللہ تمھیں اس کی جزا دے گا۔ بیت المال عوام کا ہے میرا نہیں۔ افسوس! میں تجھے لونڈی نہیں دے سکتا۔

سلطان قرآن پاک لکھ کر روزی کماتا تھا۔ ایک دن ایک امیر سلطان کا لکھا ہوا قرآن دیکھ رہا تھا۔ امیر نے کہا ایک لفظ غلط لکھا ہوا ہے۔ سلطان دیکھ کر مسکرایا اور اس لفظ کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ جب امیر چلا گیا تو سلطان نے دائرہ مٹا دیا اور وہی لفظ بحال رکھا۔ ایک خادم نے یہ ماجرا دیکھا تو سبب پوچھا۔ سلطان نے کہا میں جانتا تھا کہ لفظ دُرست ہے مگر میرا خیال تھا ایک شریف آدمی کو اپنی غلطی کے احساس سے خجالت ہوگی۔ میں نے اس کی خاطر لفظ کے گرد دائرہ ڈالا اور پھر مٹا دیا۔

○

سلطان غیاث الدین بلبن

سلطان غیاث الدین بلبن نے بائیس سال حکومت کی۔ اس دوران اس نے اپنے دربار میں کسی کمینہ خصلت انسان کو جگہ

Marfat.com

نہ پانے دی۔ ایک دن ایک درباری نے کہا حضور فخرو ایک ملازم سرکاری ہے۔ سود اور اجارہ داری کے سبب اس نے لاکھوں روپے کمائے ہیں۔ وہ کہتا ہے اگر حضور برسرِ دربار اس سے کلام فرمانے کا اعزاز بخشیں تو وہ دربار میں کئی لاکھ روپے کا نذرانہ پیش کرے گا۔ سلطان نے یہ تجویز مسترد کر دی اور کہا: میری رعایا کیا کہے گی کہ میں ایک ایسے گھٹیا آدمی سے کلام کرتا ہوں۔

○

بادشاہوں کو عموماً اس بات پر فخر اور خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اپنے دوسرے ہم پلّہ بادشاہوں کو شکست دیں اور ان کے ملکوں کو برباد کریں۔ سلطان غیاث الدین بلبن کا یہ حال نہ تھا۔ کسی نے پوچھا: سلطان آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میری سلطنت کا سب سے بڑا فخر یہ ہے کہ جو بدقسمت حکمران ترکستان، ماوراالنہر، خراسان، عراق، آذربائیجان، ایران اور روم سے چنگیز خان کے دستِ ظلم سے بچ کر آیا ہے، انھوں نے میرے دربار میں آ کر عافیت پائی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سُلطان نے ایسے تمام معزول بادشاہوں کو عالیشان محل رہنے کو دیے اور ان کے گزارے کے لیے گراں وظائف منظور کیے۔ جس علاقہ میں جو حکمران رہتا تھا، اس کو اسی

Marfat.com

علاقے کے نام اور نسبت سے پکارے جانے کا اعزاز بخشا۔ ایسے ہی لوگوں سے ایسی شخصیتیں ابھریں جو ایشیا میں علم و فضیلت کے سبب بہت معروف ہوئیں۔

علماً کی ایک مجلس شہزادہ خاں شاہد کے محل پر لگتی تھی دوسری مجلس خرّم خاں بگڑہ کے ہاں منعقد ہوئی جس میں گویّے رقاص، اداکار اور داستان گو جمع ہوتے۔ دوسرے معززین بھی ان کی دیکھا دیکھی بہت سی مجالس قائم کرتے۔

حق یہ ہے کہ سلطان بلبن کے زمانے میں ہندوستان کا دربار دنیا میں سب سے زیادہ مہمان نواز اور عظمت و شان والا سمجھا جاتا تھا۔

کہا جاتا ہے ملک فیض شروانی گورنر بدایوں نے اپنے ایک ملازم کو بحالتِ مدہوشی خود اپنے ہاتھوں ہلاک کر دیا۔ کچھ عرصہ گزر گیا۔ سلطان بلبن اس علاقے میں دورے پر آیا۔ مقتول کی بیوہ نے اس کے پاس شکایت کی۔ سلطان نے گور کو طلب کیا۔ مقدمہ چلایا اور برسر دربار اس کو اسی طرح سزائے موت دی جیسے وہ اپنے ملازم کو دے چکا تھا۔ اس کے بعد گورنر کی لاش کو شہر میں ایک عام جگہ پر لٹکا دیا گیا۔

ہیبت خاں گورنر اودھ نے ایک شخص کو نشے کی حالت میں قتل کر دیا۔ مقتول کی بیوہ نے سلطان بلبن کے

Marfat.com

پاس شکایت کی۔ گورنر پر سلطان نے مقدمہ چلایا۔ جرم ثابت ہونے پر برسرِ عام پانچ سو درّے لگائے گئے اور غلام بنا کر بیوہ کے حوالے کر دیا گیا۔ گورنر نے بیس ہزار روپیہ ادا کرکے بیوہ سے آزادی حاصل کی۔

سلطان بلبن کو بتایا گیا کہ سلطان التمش کے زمانے کے کئی اہل کار اب بوڑھے اور بے کار ہو گئے ہیں۔ سلطان نے حکم دیا کہ ایسے اہلکاروں کی فہرست بنائی جائے۔ جب فہرست تیار ہو کر پیش ہوئی تو سلطان نے حکم دیا ان کو مزید ملازمت سے فارغ کر دیا جائے اور نصف تنخواہ بطور پنشن دی جائے۔ اہلکاران اس پر مطمئن نہ ہوئے۔ فخرالدین کوتوال کی وساطت سے معاملہ دوبارہ دربار میں پیش کیا گیا۔ فخرالدین غمزدہ سا چہرہ بنا کر دربار میں پیش ہوا۔ سلطان نے پوچھا کیا ماجرا ہے۔ بولا اگر خدا کے ہاں تمام بوڑھوں کو مسترد کر دیا گیا تو میرا کیا بنے گا۔ سلطان معاملہ کی تہ تک پہنچ گیا۔ ایک وقفہ خاموش ہو کر بولا: ان اہلکاران کو پوری تنخواہ پنشن دی جائے۔

مغلوں نے ملتان پر حملہ کیا تو شہزادہ محمد مقابلہ کے لیے پیشقدمی کر رہا تھا۔ سلطان بلبن اب بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس نے شہزادہ کو بلایا اور کہا:

"بیٹا! میں اپنے طویل تجربہ کی باتیں تمہیں سناتا ہوں۔

غور سے سُنو۔ جب تم تخت پر بیٹھو تو اپنے کو خدا کا نائب سمجھو۔ اپنی ذمہ داری کا پورا احساس کرو۔ اپنے رتبہ کو کسی کمینی حرکت سے کم تر نہ ہونے دو۔ حریص اور کمینہ خصلت لوگوں کو اپنے قریب تک نہ آنے دو۔

اپنے جذبات قابو میں رکھو۔ ہمیشہ معقولیت پسند رہو۔ غصہ کو قابو میں رکھو۔ غصّہ ہر شخص کے لیے نقصان دہ ہے مگر بادشاہوں کے لیے سمِّ قاتل ہے۔

خزانہ کی دولت عوام کی بہبودی کے لیے خرچ کرو۔ نہ اسراف کرو، نہ بخیلی۔ لوگوں کے لیے عبادتِ الٰہی کا نمونہ بنو۔ بدی، کفر اور شرک کے مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو۔ سلطنت کے امور میں ہمیشہ پُورے طور پر آگاہ رہو تاکہ کوئی شریر وزیر تمھیں دھوکا نہ دے سکے۔ کوئی ایسی بے ہودہ حرکت نہ کرو جس سے تمھاری شاہانہ عظمت و شان میں فرق آئے۔

ہر ایک کام ایسے سلیقے سے کرو کہ دیکھنے والا تقدس و ہراس کے ملے جُلے جذبات سے متاثر ہو۔ تمھارا وقار بڑھے اور تمھارے احکام کی دل وجان سے تعمیل ہو۔ اہلِ علم و خرد اور اہلِ شجاعت لوگوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جمع کرو۔ ان پر مہربانی کرو۔ وہ تمھاری حکومت کے مضبُوط ستون بنیں گے۔ کسی بڑے آدمی کو چھوٹی سی حرکت پر ذلیل نہ کرو نہ ہی بالکل چشم پوشی

کرو۔

کسی ہلکے آدمی کو ایک دم بلند و بالا منصب پر سرفراز نہ کرو۔ کوئی کام نہ کرو جب تک تمھیں یقین نہ ہو کہ یہ ضروری ہے اور کوشش کرنے پر اسے پورا کرسکو گے۔ ایک دفعہ فیصلہ کرنے پر اس کام پر پورے استقلال سے ڈٹے رہو۔ ایسا بادشاہ بہتر ہے جو ضدّی ہو اس سے جو تلون مزاج اور بزدل ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے شہزادے کو گلے لگالیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

○

جلالُ الدّین فیروز خلجی

فیروز خلجی کے عہدِ حکومت کے دوسرے سال سلطان بلبن کے ایک بھتیجے ملک جھجّو نے مطلق العنان ہونے کا اعلان کر دیا۔ جلال الدین نے اپنے بیٹے ارقلی خان کو باغیوں کی تادیب کے لیے بھیجا۔ اس نے سخت جنگ لڑی۔ کئی ایک امرا کو قیدی بنایا ان کو اونٹ پر سوار کر کے درختوں کی بڑی بڑی ٹہنیاں گلے میں لٹکا کر اسی حالت میں اپنے باپ کے پاس بھیج دیا۔

جلال الدین نے ان قیدیوں کو دیکھا حکم دیا۔ فوراً شاخیں کھول دی جائیں۔ ان کو نئے لباس پہنا دیے جائیں، کھانا

کھلایا جائے اور کہا : بُرائی کا بدلہ دینا آسان ہے مگر حقیقی عظمت یہ ہے کہ برائی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے۔

○

ایک عظیم شاہی فیصلہ

علاؤالدین کی حکومت کا چوتھا سال تھا۔ ماوراالنہر سے قتلغ خواجہ بہت بڑی فوج لے کر چلا۔ اس نے دریائے سندھ پار کیا اور دہلی کے قریب آ پہنچا۔

اس ٹڈی دل فوج کو دیکھ کر شہر کے لوگ پریشان ہو گئے۔ قرب و جوار کے لوگ بھی دہلی میں جمع ہونے لگے۔ مساجد، گلیاں، کوچے لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئے۔ باہر سے غلّہ آنا بند ہو گیا۔ اشیاء کی قیمتیں بڑھ گئیں۔ لوگوں میں ابتری پھیل گئی۔

علاؤالدین نے دہلی سے باہر آ کر سری کے مقام پر قیام کیا۔ سلطان کو الوداع کہنے کے لیے اس کا خاص مشیر اور کوتوال شہر علاؤ الملک سری تک آیا۔ وہاں سے واپس ہوتے ہوئے کوتوال بادشاہ سے یوں مخاطب ہوا :

"پچھلے زمانے میں بادشاہوں نے ایسی جنگ لڑنے سے گریز کیا ہے جس میں ان کو یقین نہ ہو کہ فتح کس کی

Marfat.com

ہوگی۔ بلکہ اگر یہ محسوس کیا کہ پلّہ برابر رہے گا تب بھی جنگ
سے گریز کیا...

عالیجاہا! میرا مشورہ یہ ہے کہ اول اونٹ سوار فوج
پیش قدمی کرے اور حضور اس جگہ قیام کریں۔ منگول فوج
چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح ان گنت ہے۔ وقت ٹالنے اور
حالات کا مطالعہ کرتے رہیے۔ اگر کچھ وقت سفیروں کے آنے جانے
میں گزر گیا تو انتظار کرتے کرتے تھک جائیں گے اور واپس چلے
جائیں گے۔ اس وقت کچھ منزلوں تک حضور ان کا تعاقب کریں
میں حضور کا ایک سچا اور دیرینہ خادم ہوں اپنا ناچیز
مشورہ حضور کے روبرو پیش کر دیا ہے۔"

سلطان خاموشی سے اس کی بات سُنتا رہا۔ اس کی اس
تجویز پہ شاباش دی۔ پھر اس نے امراء اور وزراء کو اپنے سامنے
جمع کیا اور کہا:

"تم سب علاؤالملک کو جانتے ہو۔ وہ وزیرزادہ ہے
ہمارا معتمد کوتوال ہے۔ ہمارا اس وقت سے خیرخواہ ہے جب
ہم ابھی ملک تھے۔ اس وقت اس نے ایک مفید مشورہ
دیا ہے اور اس کی تائید میں پُرزور دلائل بھی دیے ہیں۔ مشورہ
یہ دیا ہے کہ منگول سے جنگ نہ لڑنا چاہیے۔

Marfat.com

اس معاملہ میں ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ آ
سب ہماری حکومت کے پُرشکوہ ستون ہیں۔ آپ بھی سُن لیں
علاؤالملک تم ایک کہنہ مشق اور وفاشعار اہل کار ہو۔ تمھا
وزارت کے تدبر کا بھی دعویٰ ہے۔ اب ہم سے اس معاملہ میں
فیصلہ سنو۔

ایک کہاوت ہے اُونٹ چُرا کر اندھیروں میں چھُپا
نہیں جا سکتا۔ اسی طرح یہ دہلی کی اتنی بڑی سلطنت لڑائی سے
گریز کر کے اونٹ کی پُشت کے پیچھے چھُپ کر کیسے بچائی جا
سکتی ہے۔ اور ایسا گریز ہماری شانِ شایاں بھی نہیں۔ ہم کسی
دھوکہ اور فریب سے تسلّی پاکر جنگ سے کیسے آنکھ بچا سکتے
ہیں۔ اس زمانے میں اور آنے والے زمانے کے لوگ میری
داڑھی کا مذاق اڑائیں گے۔ اگر میں تمھاری تجویز پر اتفاق
کر لوں خصوصًا اس لیے کہ دشمن ہزاروں کوس چل کر دہلی کے
دروازے پر آکر ہمیں للکارتا ہے۔ ایسے موقع پر تم ہمیں
مشورہ دیتے ہو کہ ہم بزدلوں کی طرح اونٹ سوار فوج آگے
بھیج دیں اور ہم مرغی کی طرح انڈوں پر بیٹھے رہیں اور سوچ
کریں کہ کون سی تجویز ہو جس سے دشمن ٹل جائے۔ آنے
والے کل کو ہم کِس کو اور کیسے مُنہ دکھا سکیں گے اور پھ
اس مردی کے برتے پر ہم اپنے حرم میں داخل ہوں گے

Marfat.com

ماری رعایا ہمیں کیا سمجھے گی۔ ہماری بہادری اور جرأت مفسد
وگوں کو کیسے دبائے رکھے گی۔ لہٰذا جو ہو سو ہو' ہم کل دشمن
سے مقابلہ کے لیے کوچ کر دیں گے۔

علاؤالملک! ہم نے تم کو شہر کا کوتوال بنا کر شہر
حرم اور خزانہ تمہاری حفاظت میں سونپ دیا ہے۔ تمہارا فرض
ہے کہ خزانہ کی کنجی محفوظ رکھو اور ہمارے وفادار رہو۔

اِس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ دشمن سے ہم
چالبازی کر کے جنگ لڑے بغیر بچ جائیں گے جب کہ ہمیں
اس نے گھیر رکھا ہے۔

میرے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ
میں ڈٹ کر مقابلہ کروں چاہے جان چلی جائے۔ وہ ہزار
داستان جو تم سناتے ہو اس کی بازار میں کوئی قیمت نہیں۔
ریشمی غالیچہ پر کہانیاں سُنانا الگ بات ہے اور جنگ کے میدان
میں جہاں ہر طرف خون کی ندیاں بہہ رہی ہوں' فیصلہ کرنا اور
چیز ہے"

منگول فوج دو لاکھ کے قریب تھی جو راستے کی ہر چیز
کو روندتی اور پامال کرتی چلی آ رہی تھی۔ دِلّی کے باہر سلطان
نے جنگ کی۔ اس کا بہادر جرنیل خضر خاں ایک جنگ میں
شریک تھا۔ وہ دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے درمیان

جا پہنچا۔ قتلغ خان نے اس جانباز کو دیکھا اور پکارا :

" بہادر آدمی تھم جاؤ۔ ناممکن سے نہ لڑو۔ ہم تمھاری بہادری کی قدر کریں گے۔"

اس نے جواب دیا :

"میرے لیے فخر کی بات یہ ہے کہ میں اپنا فرض پورا کرتے ہوئے ختم ہو جاؤں۔"

تھوڑے ہی عرصے میں وہ اپنے ملک اور بادشاہ کے لیے شہید ہو چکا تھا۔

خضر خاں کی بہادری کا چرچا منگول لوگوں میں اتنا ہوا کہ جب کسی منگول کا گھوڑا چلتے چلتے رُک جاتا تو وہ کہتے :

ارے کیا تجھے خضر خاں کا بھُوت نظر آ گیا ہے۔

سلطان علاؤالدین خِلجی نے بڑی شدید جنگ کے بعد رتنا میر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ راجہ ہمردیو اور اس کا خاندان تہ تیغ ہوا۔ میر محمد شاہ راجہ کا جرنیل تھا۔ اس کے تمام سپاہی جنگ میں کام آ چکے تھے۔ وہ خود زخمی پڑا تھا۔

علاؤالدین نے طنزیہ کہا :

"اگر میں خود تمھارے زخموں کا علاج شروع کر دوں تو تم ہمارے شکر گزار ہو گے ؟"

اس نے جواب دیا "میں تمھیں موت کے گھاٹ اُتار دوں گا

Marfat.com

اور راجہ کے بیٹے کو تخت پر بٹھا دوں گا۔

قلعہ رتنا میر کا محاصرہ کافی طویل ہوا۔ اس عرصہ میں راجہ کا وزیر انسائل اور چند اور اشخاص سلطان کے ساتھ آن ملے۔ جب قلعہ مسخر ہوگیا تو سلطان نے حکم دیا کہ انسائل اور اس کے ساتھیوں کو پھانسی دے دو۔ وہ اپنے سابق مالک سے وفا نہ کر سکے، کسی اور سے کیا کریں گے۔

سُلطانُ نِظام الدّین اولیاؒ

حضرت نظام الدین اولیاؒ رحمۃ اللہ علیہ کا چرچا دُور دُور تھا۔ دور دراز علاقوں سے کثیر مقدار میں تحائف آتے اور غرباؒ اور حاجت مندوں میں بانٹ دیے جاتے

زائرین کو پُرتکلف کھانا دیا جاتا مگر آپ خود سُوکھی روٹی کھاتے اور اکثر روزہ رکھتے۔ ایک مُرید نے کہا: حضرت! ہم آپ کو اس طرح فقر میں رہتے دیکھ نہیں سکتے۔ شیخ نے کہا: میرے حلق سے لقمۂ تر کیسے گزر سکتا ہے جب کہ مسجد اور بازار میں کئی لوگ بھُوکے مر رہے ہوں۔

Marfat.com

امیر خسرو

حضرت امیر خسرو نہ صرف غیر معمولی قابلیت کے شاعر تھے بلکہ یکتائے روزگار مغنّی بھی تھے۔ وہ درباری بھی تھے، جرنیل بھی تھے اور حضرت سلطان نظام الدین اولیاؒ کے دوست اور مُرید بھی۔

اپنی تمام مصروفیات کے باوجود انھوں نے فن اور اصولِ نغمہ پر بہت کچھ لکھا۔ انھوں نے کئی نئے راگوں اور راگنیوں کی طرح ڈالی۔

ان کے زمانے میں ایک مُغنّی نائیک گوپال تھا۔ ہندوستان بھر میں مشہور تھا۔ وہ خود بھی کئی ایک راگ راگنیاں بنا چکا تھا۔

سلطان علاؤالدین خلجی نے ایک دفعہ اسے اپنے دربار میں طلب کیا۔ نائیک گوپال اپنے فن میں بڑا مغرور تھا۔ امیر خسرو نے ایک ترکیب نکالی جس سے وہ اپنا غرور چھوڑ دے۔

گوپال نے دربار میں چھ نشستوں میں اپنے راگ راگنیاں سُنائیں۔ امیر خسرو تختِ شاہی کے نیچے چھُپے رہے۔ ساتویں نشست میں امیر نے گوپال کے تمام راگ اور راگنیاں

Marfat.com

کمال صحت کے ساتھ ادا کیں اور دعویٰ کیا کہ یہ راگ راگنیاں وہ خود پہلے ہی بنا چکے ہیں۔ گوپال حیران تھا۔ مگر آخر کار امیر نے سچ بات بتا دی اور دونوں نے ایک دوسرے کا فن تسلیم کیا۔

○

اسلام یا جزیہ

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اسلامی دولت مشترکہ میں ایک کروڑ بیس لاکھ درہم جزیہ کے طور پر جمع ہوتا تھا، حضرت معاویہؓ کے زمانے میں یہ رقم پچاس لاکھ رہ گئی کیونکہ بے شمار لوگ خود مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں یہ رقم اور بھی کم ہوگئی۔

مصر کے گورنر نے خلیفہ کو لکھا کہ آیندہ کے لیے یہ تجویز کیا جائے کہ جو جزیہ ادا کرنے والا غیر مسلم مسلمان ہوگا اس کا جزیہ معاف نہیں ہوگا۔

خلیفہ نے جواب میں لکھا :

"مجھے خوشی ہوگی اگر تمام عیسائی مسلمان ہو جائیں اور جزیہ کی ایک کوڑی بھی نہ آئے۔ خدا نے رسولؐ کو جزیہ وصول کرنے والا محاصل بنا کے نہیں بھیجا تھا بلکہ انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔"

Marfat.com

تبلیغِ اسلام

پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ابنِ سلیم آصوانی لکھتا ہے کہ وہ توبہ کے عیسائی سردار کے دربار میں ایک شخص کو ملا جس نے اسے بتایا کہ وہ ایک ایسے شہر کا رہنے والا ہے جو نیل سے تین ماہ کے سفر پر واقعہ ہے۔

میں نے پوچھا: تیرا مذہب کیا ہے؟

اس نے جواب دیا:

"میرا اور تمھارا پیدا کرنے والا خدا ہے۔ تمام جہانوں اور انسانوں کا خالق ایک ہی ہے۔ وہ آسمانوں میں رہتا ہے جب بارش کی قلت ہوتی ہے یا ایسی وبا پھیلتی ہے جو ہمارے مویشی کھا جاتی ہے تو ہم لوگ ایک پہاڑی پر چڑھ کر دُعا مانگتے ہیں۔ ہم ابھی پہاڑی سے اُترتے بھی نہیں کہ دُعا قبول ہو چکی ہوتی ہے۔

جب میں نے پوچھا کہ تمھارے درمیان کوئی نبی نہیں آیا؟

تو اس نے کہا، نہیں۔

پھر میں نے ان کو حضرات الانبیاؑ موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور محمد رسول اللہؐ کی نسبت اور ان کے پیغام کی نسبت بتایا

Marfat.com

اور ان کے معجزات کا حال سُنایا تو اس نے کہا :

" ضرور یہ لوگ سچے ہوں گے۔ اگر وہ معجزات کے ر آئے اور اگر ان سے معجزات صادر ہوئے تو میں ان پر ایمان لاتا ہوں "

○

اِسلام کی فضیلت

سترھویں صدی عیسوی میں حبشہ میں اسلام کی تبلیغ کا ایک بہت بڑا سبب یہ تھا کہ لوگ مسلمانوں کے اعلیٰ اور بلند اخلاق کے قائل تھے۔ خود عیسائی لوگ اس بات کا اعتراف کرتے تھے۔

اپل کہتا ہے کہ اس نے حبشہ کا سفر کیا اور اکثر جگہ یہ دیکھا کہ جب بھی ملک میں ایسے اہل کار کی ضرورت ہُوئی جہاں اعتماد اور دیانت داری لازمی تصور کیے جاتے ہوں، تو بلا استثنا ایک مسلمان کا ہی انتخاب ہوتا۔ عیسائیوں کو اعتراف تھا کہ مسلمان محنتی اور ہوشیار ہیں۔ ہر مسلمان اپنے بچوں کو خود تعلیم دیتا اور عیسائی صرف ایسے بچے کو تعلیم دلواتے جس کو پادری بنانا ہوتا۔

Marfat.com

سلطنتِ سرویا میں ۱۳۷۵ء میں ترکوں کی باجگزار ریاست تھی مگر اس نے ۱۳۸۹ء میں اپنی رہی سہی آزادی ایک شکست سے کھودی۔

شاہ سرویا اور سلطانِ ترکی دونوں میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ سرویا کے شہزادہ سٹیفن نے ترکی کے نئے سلطان بایزید سے دوستی کا معاہدہ کر لیا جس کی رُو سے ترکی کی اطاعت قبول کرلی اور سٹیفن نے اپنی بہن کی شادی بایزید سے کردی اور اس طرح ان کے آپس کے تعلقات اور بھی مستحکم ہو گئے۔ بعد میں کئی ایک جنگوں میں سٹیفن نے بایزید کی نہایت خلوص، جواں مردی اور شجاعت سے مدد کی۔ ۱۴۰۲ء میں انگورہ کے میدان میں جب ترکی سلطنت کو تیمور نے فنا کر دیا اور بایزید کو قید کر دیا، اس وقت بھی سٹیفن اپنے بہنوئی کے شانہ بشانہ لڑا بلکہ بایزید کے لڑکوں کی مدد کرتا رہا حتّٰی کہ انھوں نے باپ کی کھوئی ہوئی حکومت دوبارہ حاصل کر لی۔

سٹیفن کے بعد اس کا لڑکا نیم آزاد تھا مگر ۱۴۴۸ میں اس نے بغاوت کر دی تو ترکوں نے اس کے

Marfat.com

ملک پر قبضہ کر لیا۔

سردیہ کچھ عرصہ کے لیے ہنگری کے ماتحت رہا مگر جان نہاد کی شکست جو اس کو ۱۴۴۴ء میں ہوئی۔ اس کے سبب وہ ترکی کا دوبارہ باجگزار بن گیا۔ اور ۱۴۵۹ء میں مکمل طور پر ترکی کا صوبہ بن گیا۔

ابوالہذیل

ابوالہذیل کا پورا نام محمد بن الہذیل بن عبداللہ بن مکحول تھا۔ ۱۳۱ھ میں پیدا ہوا۔ ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ علم الکلام میں سب سے پہلے اس نے ایک کتاب لکھی وہ جب مجوسیوں اور ملحدوں سے مناظرہ کرتا تو اس کا یہ اثر ہوتا کہ مخالفین اسلام لے آتے۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ بہت سے مجوسی ابوالہذیل سے مناظرہ کرنے آئے۔ ابوالہذیل نے سب کو زیر کر لیا۔ ان میں مہلاس نامی ایک مجوسی تھا وہ اسی وقت اسلام لے آیا۔ ابوالہذیل کی ایک تصنیف کا نام بھی مہلاس ہے۔

شرح ملل ونحل میں ہے کہ تین ہزار شخص اس کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ مامون رشید کے دربار میں جتنے علماً تھے۔ ان میں سب سے پیشرو ابوالہذیل اور نظام تھے۔ حکومت کی طرف سے ابوالہذیل کے لیے سات ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر تھا وہ

یہ ساری رقم اہلِ علم پر خرچ کر ڈالتا۔

اس کو معقولات کے علاوہ ادبیات میں بھی کمال حاصل تھا۔ ایک دفعہ وہ مامون رشید کے دربار میں گیا۔ ثمامہ جو مامون کے دربار کا مشہور فاضل تھا' دربار میں حاضر تھا۔ ابوالہذیل ثمامہ سے بات کرتا تو خالی اس کا نام لیتا حالانکہ خود خلیفہ ثمامہ سے بات کرتا تو اس کو اس کے لقب سے پکارتا۔ ثمامہ کو اس پر ملال ہُوا۔ لیکن ثمامہ کا اپنا بیان ہے کہ جب ابوالہذیل نے سند کے طور پر سات سو شعر زبانی سُنا دیے تو میں نے بے اختیار کہا: تو میرا نام لے یا لقب سے پکارے۔ تجھ کو سب کچھ جائز ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے ابوالہذیل سے کہا میرے دل میں قرآن مجید کے متعلق بعض شبہات ہیں جو کسی طرح رفع نہیں ہوتے وہ یہ کہ بعض آیات آپس میں متصادم معلوم ہوتی ہیں۔ بعض آیات میں کچھ غلطیاں نظر آتی ہیں۔

ابوالہذیل نے کہا کہ ایک ایک آیت پر الگ الگ بحث کروں یا ایسا اجمالی جواب دوں کہ تمام شبہات دُور ہوجائیں۔ معترض نے کہا اجمالی جواب فرمایئے۔

ابوالہذیل نے کہا یہ امر مسلّم ہے کہ رسول اللہؐ عرب کے معزز اور شریف خاندان سے تھے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ان کی فصاحت و بلاغت پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اہلِ عرب نے آنحضرت کو جھٹلانے اور نکتہ چینی کرنے

Marfat.com

کا کوئی پہلو اُٹھا نہیں رکھا۔ اب غور کرو کہ اہلِ عرب نے حضورؐ پر اور طرح کے اعتراض کیے ہیں لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان کی زبان دانی صحیح نہیں یا ان کی باتوں میں تناقص پایا جاتا ہے پھر جب ان لوگوں نے یہ اعتراضات نہیں کیے جو عربی زبان پر پورا عبور رکھتے تھے تو آج کون شخص ہے جو یہ اعتراض کرے۔

اسی زمانے میں صالح بن قدرس ایک مشہور نجومی تھا۔ وہ اس بات کا قائل تھا کہ مادّہ کائنات دو چیزیں ہیں نور اور ظلمات۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ان کے امتزاج سے عالم وجود میں آیا۔ ابوالہذیل کا صالح سے اس بات پر مناظرہ ہوا۔ ابوالہذیل نے پوچھا کہ امتزاج ان دونوں اشیاء سے الگ شے ہے یا ایک ہی چیز ہے؟ اب صالح نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ ابوالہذیل نے کہا دو چیزیں آپس میں ضد ہیں۔ خود بخود کیونکہ مل سکتی ہیں اس لیے کوئی تیسرا ملانے والا چاہیے۔ وہی واجب الوجود خُدا ہے۔

○

ابنِ تیمیہ اور ابنِ رشد کے بعد بلکہ ان کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل آ چکا تھا' اس کے پیشِ نظر اب یہ مایوسی پھیل چکی تھی کہ مستقبل میں کم ہی کوئی صاحب دل و دماغ مسلمان قوم میں پیدا ہوگا۔

Marfat.com

Form 22

ت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا۔ آخر زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ ۴ شوال ۱۲۱۴ھ کو بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ تاریخی نام عظیم الدین تھا۔

پانچویں برس مکتب میں بیٹھے۔ ساتویں برس نماز شروع کی اسی سال کے آخر میں قرآن پاک ختم کیا۔ فارسی زبان کی تحصیل شروع کی۔ دسویں برس ملا ختم ہوئی۔ چودھویں برس شادی ہوئی۔

پندرھویں برس سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ اسی سال کتبِ درسیہ سے فراغت پائی اور آپ کے والد محترم شاہ عبدالرحیم نے آپ کو درسِ قرآن کی اجازت دے دی۔

بارہ برس درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر حرمین شریف تشریف لے گئے۔ حج کیا۔ دو برس حرمین میں رہے، یہاں شیخ ابو طاہر اور دیگر محدثین سے حدیث تکمیل کی۔ ۱۲۴۵ھ میں وطن واپس آئے۔

آپ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ درحقیقت علم الکلام کی روحِ رواں ہے جس میں انھوں نے حقائق اور اسرار شریعت بیان کیے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں جس طرح آنحضرتؐ کو قرآن کا معجزہ عطا ہوا جس کا جواب عرب وعجم میں پیدا نہ ہوسکا، اسی طرح آپ کو جو شریعت عطا ہوئی وہ بھی معجزہ تھی کیونکہ اس شریعت کا وضع کرنا جو ہر طرح اور ہر لحاظ سے کامل ہے، طاقتِ انسانی سے باہر ہے۔

Marfat.com

بصائر

تاریخِ اسلام سے مُنتخب سچّی کہانیاں

پانچواں حصّہ

مؤلفہ

محمود احمد خان پی سی ایس (ریٹائرڈ) سابق آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی

حکومت پنجاب

مقام اشاعت

۲۔ رسالہ بازار۔ پرانی انارکلی لاہور۔

Marfat.com